الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوٹس

مختصر المعانی

بفیضان نظر:-

استاذ الفقہ والبلاغہ حضرت علامہ مولانا

نوید احمد عطاری مدنی صاحب

ابو لبیب

حبیب الرحمن عطاری

جامعۃ المدینہ فیضان غوث اعظم چھانگا مانگا

احوال المسند

سوال:۔

مسند کو حذف کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

جواب:۔

مسند کو حذف کرنے کی یہ صورتیں ہیں۔

1) عبث سے بچنا

2) دو دلیلوں میں سے اقوی دلیل کی طرف عدول کا خیال کرنے کے لیے۔

3) تنگیِ مقام کے لیے۔

4) اتباعِ استعمال کے لیے۔ وغیرہ

سوال:۔

ومن یکُ امسی بالمدینۃ رحلہ
فانّی وقیار بھا لغریب

اس شعر کا ترجمہ لکھیں

جواب:۔

جس کا ٹھکانہ شہر میں ہو گیا
تو بے شک میں اور قیار اس میں مسافر ہیں۔

سوال:۔

رحل سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔

رحل سے مراد منزل اور ماوی یعنی ٹھکانہ ہے۔

سوال :-

قیار کیا چیز ہے ؟

جواب :-

یہ گھوڑے یا اونٹ کا نام ہے

سوال :-

قیار کس کے اونٹ یا گھوڑے کا نام ہے ؟

جواب :-

یہ شاعر ضابئ بن حارث کے گھوڑے یا اونٹ کا نام ہے ایسا ہی کتاب الصحاح میں مذکور ہے

سوال :-

مذکورہ شعر کا لفظ دمعناہ کس بات پر دلالت کرتے ہیں ؟

جواب :-

شعر کا لفظ خبر ہے اور اس کا معنی تحسر یعنی حسرت توجع یعنی دردمندی کو بیان کرنا

سوال :-

مذکورہ شعر میں کس کا مسند محذوف ہے اور کیوں ؟

جواب :-

اس شعر میں قیار کا مسند محذوف ہے

1) اختصار کے قصد کی وجہ سے

2) ظاہر پر بنا کرتے ہوئے عبث کے بچنے کے لیے ضیق مقام کے ساتھ توجہ کے سبب اور محافظت وزن کے سبب

ضیق مقام کی وجہ

سوال:-

کیا قیار کو ان کے اسم کے محل پر عطف کر کے غریب کو ان دونوں کی خبر بنانا درست ہے؟

جواب:-

1) قیار کو ان کے اسم کے محل پر عطف کر کے غریب کو ان دونوں کی خبر بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ خبر کے گزرنے سے پہلے خواہ لفظا ہو یا تقدیرا ان کے اسم کے محل پر عطف کرنا جائز نہیں۔

2) جب خبر محذوف کو مقدر مان لیں تو ان کے اسم کے محل پر عطف کرنا جائز ہے کیونکہ تقدیری طور پر مقدم ہے لہذا یہ اس کی مثل نہیں ہوگا۔

ان زیدا وعمرو ذاہبان

بلکہ اس کی مثل ہوگا

ان زیدا وعمرو لذاہب

نہ جائز ہے

3) قیار مبتدا ہو اور محذوف اس کی خبر ہو۔ یہ مکمل جملہ ہو کر ان کے اسم و خبر والے جملہ پر عطف ہوگا۔ یوں کرنا بھی جائز ہے

سوال :-

نحن بما عندنا وانت بما عندك راض
والرای مختلف

مذکورہ شعر کا ترجمہ لکھیں

جواب :-

ہم اس کے ساتھ جو ہمارے پاس ہے
اور تم اس کے ساتھ جو تمہارے پاس ہے راضی ہیں
اور رائے مختلف ہے

سوال :-

مذکورہ شعر میں کس کی خبر محذوف ہے۔

جواب :-

مذکورہ شعر میں نحن کی خبر محذوف
ہے۔

۱) عبث سے بچنے کے لیے
۲) ضیق مقام کے لیے

یعنی نحن بما عندنا راضون

سوال :-

سابقہ مثال میں بھی خبر بھی
محذوف ہے۔ یہاں بھی خبر محذوف ہے تو یہ مثالوں
کا تکرار ہو گیا ؟

جواب :-

اس شعر میں پہلے کی خبر محذوف ہے جبکہ سابقہ مثال میں دوسرے کی خبر محذوف تھی تو یہ دونوں مثالیں مختلف ہو گئیں

سوال:-

زید منطلق وعمرو

اس مثال کی اصل کیا ہے؟

جواب:-

زید منطلق وعمرو منطلق

سوال:-

مذکورہ مثال میں خبر کے محذوف ہونے کی کیا وجہ ہے۔

جواب

ا عبث سے بچنے کے لیے بغیر تنگی مقام کے

سوال:-

خرجت فاذا زید میں محذوف کیا ہے؟

جواب:-

خرجت فاذا زید موجود او حاضر او واقف او بالباب ما اشبہ ذلک۔

سوال:-

مذکورہ مثال میں خبر کو محذوف کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب :-

۱) صیغہ سے پہلے کے لیے خبیث مقام کے بغیر

۲) شبہ اسمیہ کے ساتھ

کیونکہ اذا مفاجات کا مطلق وجود کے لیے آتا ہے۔

اور کبھی اس کے ساتھ ایسے قرائن مل جاتے ہیں خصوصی نوع پر دلالت کرتے ہیں جیسے لفظ خروج اس بات کا شعور دیتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زید دروازے کے پاس ہے یا حاضر ہے یا اس کی مثل۔

سوال :-

إِنَّ مَحَلًّا وَإِنَّ مُرْتَحَلًا

شعر مکمل کریں۔

جواب :-

إِنَّ مَحَلًّا وَإِنَّ مُرْتَحَلًا

وَإِنَّ فِي السَّفْرِ إِذْ مَضَوْا مَهَلًا

سوال :-

مذکورہ شعر کا مطلب کیا ہے؟

جواب :-

بے شک ہمارے لیے دنیا میں ٹھہرنا اور ہمارے لیے دنیا سے آخرت کی طرف جانا ہے۔

اور مسافر لوگ سفر میں کبھی ایسا عمل کرتے
ہیں کہ ان کے لیے لوٹنا نہیں ہوتا اور ہم بھی قریب
ان کے قدموں پر ہیں

سوال :-

مذکورہ شعر میں کیا چیز محذوف ہے؟

جواب :-

مذکورہ شعر میں مسند محذوف ہے جو کہ
قطعی طور پر ظرف ہے یعنی "لنا" جبکہ سابقہ
فاذا زید والی مثال میں ظرف قطعی نہیں تھا بلکہ اس
کے لیے مسند کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔

سوال :-

مسند کو حذف کیوں کیا گیا؟

جواب :-

چند وجوہات کی بناء پر مسند
کو یہاں حذف کیا گیا ہے۔

(1) اختصار کے لیے

(2) دو دلیلوں میں سے اقوی دلیل یعنی عقل کی
طرف عدول کرنے کے لیے

(3) تنگی مقام کے لیے یعنی وزن شعری پر
محافظت کے لیے

(4) اتباع استعمال کے لیے۔

سوال :-
کس مثال میں مسند کو حذف کرنا عام ہے ؟
جواب :-
إنّ مالا وإنّ ولداً کی مثال میں مسند کو حذف کرنا عام ہے یعنی جب إنّ کا تکرار ہو تو مسند حذف ہوتا ہے۔
سوال :-
اس بات کی کیا دلیل ہے کہ مسند کو حذف کرنا عام ہے ؟
جواب
امام سیبویہ نے اپنی کتاب میں اس کے لیے باب باندھا ہے فرمایا۔
هذا باب ((إنّ مالاً وإنّ ولداً))
سوال :-
اللہ پاک کے فرمان ..
میں انتم مبتدا کیوں نہیں ہے ؟ نیز اصل عبارت کیا تھی ؟
جواب :-
اس فرمان میں انتم مبتدا نہیں ہے

کیونکہ "لو" مبتدا پر نہیں پر فعل پر ہی داخل ہوتا ہے۔ بلکہ یہ محذوف فعل کا فاعل ہے

اصل عبارت

لو تملکون تملکون

سوال :-

یہاں فعل کیوں حذف کیا گیا ہے ؟

جواب :-

فعل کو عبث سے بچنے کے لیے حذف کیا گیا ہے

سوال :- کیونکہ مفسر موجود ہے

سوال :-

تملکون سے اسم کیسے بنا ؟

جواب :-

قاعدہ ہے کہ عامل کو حذف کیا جائے تو ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا جاتا ہے لہٰذا جب فعل حذف ہوا تو ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا گیا۔

سوال :-

اللہ پاک کے فرمان فصبر جمیل میں کتنے اور کون سے احتمال ہیں ؟

جواب :-

اس میں دو احتمال ہیں

۱) مسند کا حذف فصبر جمیل اجمل

۲) مسند الیہ کا حذف نا مری صبر جمیل

سوال :-

مذکورہ مثال میں حذف کیوں کیا گیا ہے؟

جواب :-

اس تکثیر فائدہ ہے کیونکہ کلام کو دونوں معنوں میں کسی بھی معنی پر محمول کرنا ممکن ہے بخلاف اگر اس کو ذکر کیا جاتا تو ان دونوں میں سے کسی ایک معنی پر نص ہو جاتا۔

سوال :-

حذف کے لیے کیا چیز ضروری ہے؟

جواب :-

حذف کے لیے کسی ایسے قرینہ کا ہونا ضروری ہے جو اس حذف پر دلالت کرے تاکہ اس سے معنی سمجھ لیا جائے۔

سوال :-

حذف کے قرینہ کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب :-

اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱) سوال مذکور کا جواب واقع ہوتا

۲) سوال مقدر کا جواب واقع ہوتا

سوال :-

کلام سوال محقق کا جواب واقع ہو اس
کی مثال بیان کریں ؟

جواب :-

اللہ پاک کا فرمان :

ولئن سألتھم من خلق السموات
والارض لیقولن اللہ

یعنی خلقھن اللہ

اس میں مسند محذوف ہے

کیونکہ یہ کلام شرط و جزا سے فرض ہونے کے
تحقق کے وقت یہ سوال محقق کا جواب ہوگا ۔

سوال :-

اس بات پر کیا دلیل ہے کہ مذکورہ
عبارت (آیت) میں مرفوع فاعل ہے محذوف فعل ہے ۔

جواب :-

اس بات پر یہ دلیل ہے کہ قرآن میں
جہاں یہ صورت بیان کی گئی وہاں اسی طرح آرہا ہے ۔

جیسے اللہ پاک کا فرمان ۔

لئن سألتھم من خلق السموت والارض
لیقولن خلقھن العزیز العلیم (زخرف : 9)

جیسے ۔

قال من یحیی العظام وھی رمیم ۝ قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ (یٰسٓ ۷۸-۷۹)

سوال :-

کلام سوال مقدر کا جواب واقع ہو اس کی مثال تحریر کریں۔

جواب :-

ولیبک یزید ضارع لخصومۃ

سوال :-

یہ شعر کس کا ہے ؟

جواب :-

ولیبک یزید ضارع لخصومۃ
ومختبط مما تطیح الطوائح

سوال :-

مذکورہ شعر کا ترجمہ لکھیں۔

جواب :-

چاہیے کہ یزید کو روئے۔ جھگڑے سے عاجز آنے والا

اور بخیر وسیلے کے سوال کرنے والا روئے

جس کے حال کو حوادث زمانہ نے ہلاک کر دیا۔

سوال :-

ولیبک یزید ضارع لخصومۃ "
میں سوال مقدر کہاں ہے نیز
اس کے جواب میں مسند کون سا محذوف ہے؟

جواب :-

جب ولیبک یزید کہا تو گویا کہ
سوال پیدا ہوا
من یبکیہ
اس کے جواب کے کہا
ضارع
یہاں فعل محذوف ہے یعنی
یبکیہ ضارع ذلیل لخصومۃ

سوال :-

یزید کو رونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب :-

کیونکہ وہ کمزوروں کے لیے پناہ گاہ
اور ضعیفوں کے لیے مددگار تھا۔

سوال :-

مختبط کون ہوتا ہے؟

جواب :-

وہ جو تمہارا رب پاس بغیر وسیلہ بغیر ھدیہ عطیہ کے نیکی سے دیے آئے۔

سوال :-

اطاحت کس معنی میں ہے؟

جواب :-

اطاحت: اذھاب اور اھلاک

یعنی لے جانا اور ہلاک کرنا ہوتا ہے۔

سوال :-

الطوائح کیا چیز ہے؟

جواب :-

طوائح یہ مطیحہ کی جمع

غیر قیاس ہے جیسے ملقحۃ کی جمع

لواقح ہے۔

سوال :-

مختبط مما تطیح الطوائح

میں مما کس سے متعلق ہے ہر دو صورت

میں معنی بیان کریں۔

جواب :-

مما مختبط کے متعلق

ہے ایسی صورت میں ما مصدریہ ہو

تو اس کا معنی یہ ہوگا۔

سائل سوال کرتا ہے حوادث زمانہ کا اس کے
حال کو ہلاک کرنے کی وجہ سے
دیا ہے
یہ بیکی فعل مقدر کے متعلق
ہے معنی
اموات کا یزید کو ہلاک کرنے کی
وجہ سے سائل روئے۔

سوال :-

و فضلہ علی خلاف
کا کیا مطلب ہے۔

جواب :-

یعنی لیُبک یزید ضارع
جب فعل مجہول ہو تو اس کو
لیبک یزید ضارع
جب فعل معروف ہو اس پر فضیلت
حاصل ہے۔

سوال :-

مجہول کو معروف پر فضیلت
کی وجوہات بیان کریں۔

جواب :-

اس کی تین وجوہات

یہاں بیان کی گئی ہیں

1) تکرار اسناد کی وجہ سے

اس طرح کہ پہلے اسناد اجمالا ہوتی ہے پھر تفصیل کے ساتھ ہوتی ہے

تفصیل اس طرح ہے کہ پہلی فعل کی اسناد مضارع کی طرف ہے جو مذکورہ فعل کا فاعل بننے کا مستحق ہے۔

اجمال اس طرح کہ جب لیسبٹ کہا گیا تو یہاں کوئی رونے والا ہے یہ بات معلوم ہوگئی ایسا رونے والا ہے جس کی طرف اس رونے کی نسبت کی گئی کیونکہ مفعول کی مسنون ہونا اس کے لیے ضروری ہے کہ فاعل محذوف جس کے قائم مقام مفعول ہو۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ متکرر زیادہ موکد اور قوی ہوتا ہے اور اجمال کے بعد تفصیل کا ہونا نفس میں زیادہ واقع ہونے والا ہوتا ہے۔

2) "یزید" کی مثل کا غیر فضلہ واقع ہونے کی وجہ سے کیونکہ مجہول پڑھنے کی صورت میں یہ مسند الیہ بنے گا مفعول نہیں بنے گا

3) فاعل کی معرفت ہونے کی وجہ سے
جیسے نعت غیر متر قبہ کا حاصل ہونا کیونکہ کلام کا شروع فاعل کے ذکر کی طمع نہیں لاتا۔ کیونکہ فعل کی اسناد مفعول کی طرف ہے اور اس کے ساتھ کلام تام ہو جاتا ہے لیکن اگر معروف ہو تو اس کے فاعل کے ذکر کی طمع ہو گی کیونکہ فعل کے لیے مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے۔

سوال :-
مسند کو ذکر کرنے کی وجوہات تحریر کریں؟

جواب :-
مسند کو چند وجوہات کی بنا پر ذکر کیا جاتا ہے۔
1) اصل ہونے کی وجہ سے جبکہ اس سے عدول کا کوئی مقتضی نہ ہو۔ زید صالح
2) قرینہ پر اعتماد کے کمزور ہونے کے لیے احتیاط کی وجہ سے خلقهن العزیز العلیم ○
3) سامع کی کند ذہنی پر چوٹ کرنے کے لیے جیسے کوئی پوچھے من نبیکم؟

اس کے جواب میں یہ کہنا

محمد نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

۶) مسند کو ذکر کرکے یہ متعین کرنا کہ

مسند اسم ہے تاکہ ثبوت اور دوام کا فائدہ حاصل ہو۔

۷) مسند کو ذکر کرکے یہ متعین کرنا کہ

مسند فعل ہے تاکہ تجدد اور حدوث کا فائدہ

حاصل ہو۔

سوال :-

مسند کو مفرد لانے میں کیا حکمت

ہے؟

جواب :-

مسند کو مفرد لایا جاتا ہے

تقوی حکم کا فائدہ نہ دینے کے ساتھ غیر سببی

ہونے کی وجہ سے۔

سوال :-

مسند سببی ہو یا تقوی حکم کا

فائدہ دے تو کیا ہوگا؟

جواب :-

مسند اگر سببی ہو جیسے "زید قام ابوہ"
یا تقوی حکم کا فائدہ دے جیسے
زید قام
ان دونوں صورتوں میں وہ مسند فعلی
ہو یعنی جملہ ہوگا مفرد نہیں ہوگا۔

سوال :۔

زید قائم کیا تقوی حکم کا فائدہ دیتا ہے؟

جواب :۔

زید قائم تقوی حکم کا فائدہ نہیں دیتا
بلکہ تقوی حکم کا فائدہ دینے میں یہ زید قام کے
قریب ہے۔

سوال :۔

ماتن کے قول "مع عدم افادة
التقوی" کا کیا مطلب ہے؟

جواب :۔

شارح نے اس کے دو معنی
بیان کیے ہیں
1) نفس ترکیب تقوی حکم کا

فائدہ نہ دے
ایسی صورت میں جو تکرار کی وجہ سے
تقوی حکم کا فائدہ دیتا ہو گا وہ خارج ہو جائے گا
جیسے "عرفت عرفت"
اور وہ بھی خارج ہو جائے گا تو صرف
تاکید کی وجہ سے تقوی حکم کا فائدہ دے۔ جیسے
"ان زیدا عارف"
2) اس میں تقوی حکم سے مراد اصطلاحی
تقوی حکم ہے اور وہ ہے مخصوص طریقے سے
تاکید کا ہونا۔
اور وہ مخصوص طریقہ یہ ہے کہ
مسند ایک ہونے کے باوجود اسناد کا تکرار ہو۔

نوٹ :-

اصل میں یہ دونوں معنی ایک
اعتراض کا جواب تھے۔
اعتراض یہ ہے متن میں بتایا
گیا جب مسند مفرد ہو گا تو اس وقت تقوی حکم
کا فائدہ نہ دے حالانکہ ایسی مثالیں بھی موجود
ہیں کہ مفرد ہونے کے باوجود تقوی حکم کا
فائدہ دیتا ہے۔ جیسے عرفت عرفت وغیرہ

سوال :-

ماتن نے کہا تھا کہ مسند مفرد ہوگا تو سببی نہیں ہوگا اور تقوی حکم کا فائدہ نہ دے گا لیکن انا سعیت فی حاجتک - رجل جاءنی با انا فعلت ھذا ان مثالوں میں اگر تخصیص کا قصد ہو تو یہ تقوی حکم کا فائدہ بھی نہیں اور یہ غیر سببی بھی ہیں حالانکہ یہ مفرد نہیں بلکہ جملے ہیں ؟

جواب :-

اس کے دو جواب ہیں ۔

1) یہ بات ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس صورت میں تقوی حکم کا قصد نہیں ہے لیکن یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ یہ مثالیں تقوی حکم کا فائدہ دیتی ہی نہیں کیونکہ تکرار اسناد حاصل ہو رہی ہے جو تقوی حکم کو لازم کرتی ہے ۔

2) اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ مذکورہ مثالوں میں تقوی حکم کا فائدہ نہیں ہے تو اس سے مراد یہ ہوگا اگر مسند غیر سببی ہو اور تقوی حکم کا فائدہ نہ دے تو پھر ضروری نہیں

کہ مسند مفرد ہو بلکہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ
مسند سببی ہو اور تقوی کا بھی ذکر ہو اور
اور مفرد بھی ہو۔
مطلب یہ ہے کہ مسند مفرد ہو
تو اس کے لیے غیر سببی ہونا اور مفید تقوی
نہ ہونا ضروری ہے لیکن اگر کہیں غیر سببی
ہو اور مفید تقوی نہ ہو تو اس کے لیے مفرد
ہونا ضروری نہیں ہاں کبھی مفرد ہو بھی جاتا ہے

سوال :-

سببی اور فعلی کس کی اصطلاحات
ہیں ؟

جواب :-

ماتن نے سببی کی تعریف نہیں
کی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے شارح علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں۔
سببی اور فعلی یہ صاحب "المفتاح"
کی اصطلاحات ہیں۔

علم نحو میں :-

وصف بحال شئ کو علامہ سکاکی نے
نحو میں وصف فعلی کا نام دیا ہے۔ جیسے
"زید جل کریم"
اور وصف بحال متعلق شئ کو وصف
سببی کا نام دیا ہے۔ جیسے
رجل کریم ابوہ۔

علم معانی میں :-

علامہ سکاکی نے علم معانی میں
زید قائم
کے جیسی مثال میں مسند کو
مسند فعلی کا نام دیا ہے۔
اور
زید قائم ابوہ
کی مثال میں مسند کو
مسند سببی کا نام دیا ہے

نوٹ :-

علامہ سکاکی نے سببی اور فعلی
کی تفسیر ایسی کی ہے جو مشکل اور سے
خالی نہیں اسی وجہ سے صاحب "تلخیص المفتاح"

نے صرف مثال پر اکتفا کیا ہے۔

سوال :-

صاحب "تلخیص المفتاح" نے سببی کی جو مثال بیان کی ہے وہ کیا ہے نیز شارح نے جو سببی کی تعریف بیان کی وہ تحریر کریں نیز اس تعریف کے مطابق کون سی مثالوں کو سببی کہیں گے اور کن کو نہیں؟

جواب :-

مصنف علیہ الرحمہ نے یہ مثال بیان فرمائی۔

"زید ابوہ منطلق"

اسی طرح یہ مثال بھی ہے۔

زید انطلق ابوہ

تعریف :-

المسند السببی جملۃ علقت علی مبتدأ بعائد لا یکون مسندالیہ فی تلک الجملۃ

مسند سببی ایسا جملہ جو ایسے مبتدا پر معلق ہو جو ایسی عائد ضمیر کے ساتھ ہو کہ

اس جملہ میں مسند الیہ نہ ہو۔

درج ذیل امثلہ میں مسند سببی نہیں:۔

۱) زید منطلق ابوہ

یہ سببی اس لیے نہیں کہ یہاں مسند مفرد ہے۔

۲) قل ھو اللہ احد

اس میں جملہ کا متعلق ہونا ایسے مبتدا پر ہے جو عائد نہیں ہے

۳) زید ھو قائم

اس میں عائد ضمیر تو ہے لیکن وہ مسند الیہ بن رہی ہے لہذا سببی نہیں۔

درج ذیل امثلہ میں مسند سببی ہے:۔

۱) زید ابوہ قائم

۲) زید قائم ابوہ

۳) زید مررت بہ

۴) زید ضربت عمرو فی دارہ

۵) زید ضربتہ

وہ تمام جملے اس میں داخل ہوں گے جو مبتدا

نے صرف مثال پر اکتفا کیا ہے۔

سوال :-

صاحب "تلخیص المفتاح" نے سببی کی جو مثال بیان کی ہے وہ کیا ہے نیز شارح نے جو سببی کی تعریف بیان کی وہ مختصر تر ہیں نیز اس تعریف کے مطابق کون سی مثالوں کو سببی کہیں گے اور کن کو نہیں؟

جواب :-

مصنف علیہ الرحمہ نے یہ مثال

بیان فرمائی۔

"زید ابوہ منطلق"

اسی طرح یہ مثال بھی ہے۔

زید انطلق ابوہ

تعریف :-

المسند السببی بجملۃ علقت

علی مبتدأ بعائد لا یکون مسند الیہ فی تلک

الجملۃ

مسند سببی ایسا جملہ جو ایسے مبتدا

پر معلق ہو جو ایسی عائد ضمیر کے ساتھ ہو کہ

اس جملہ میں مسند الیہ نہ ہو۔

درج ذیل امثلہ میں مسند سببی نہیں:۔

۱) زید منطلق ابوہ

یہ سببی اس لیے نہیں کہ یہاں مسند مفرد ہے۔

۲) قل ھو اللہ احد

اس میں جملہ کا متعلق ہونا ایسے مبتدا پر ہے جو عائد نہیں ہے

۳) زید ھو قائم۔

اس میں عائد ضمیر تو ہے لیکن وہ مسند الیہ بن رہی ہے لہٰذا سببی نہیں۔

درج ذیل امثلہ میں مسند سببی ہے:۔

۱) زید ابوہ قائم

۲) زید قام ابوہ

۳) زید مررت بہ

۴) زید ضربت عمرواً فی دارہٖ

۵) زید ضربتہ

وہ تمام جملے اس میں داخل ہونگے جو مبتدا

کی خبر واقع ہوں بس تقوی حکم کا فائدہ دیں۔

سوال :-

اما کونا فحلا

مسند کو فعل ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب :-

1) مسند کو فعل ذکر کیا جاتا ہے تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مسند کو مقید کرنے کے لیے

2) اس سے اختصار بے کلام مقصود ہوتا ہے۔

3) تجدد اور استمرار کا فائدہ حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

سوال :-

تین زمانوں سے کیا مراد ہے نیز ہر ایک کی تعریف لکھیں۔

جواب :-

تین زمانوں سے مراد

(۱) ماضی (۲) مستقبل

(۳) حال ہے۔

ماضی :-

هو الزمان الذي قبل زمانك الذي انت فيه.

وہ زمانہ جو تیرے زمانے سے پہلے ہو۔

مستقبل :-

وہ زمانہ جس کے وجود کا انتظار کیا جائے۔

حال :-

ماضی کے آخری اجزا اور مستقبل کے پہلے اجزا مل کر جو اجزا بنتے ہیں وہ حال کہلاتا ہے۔ اور یہ اجزاء متعاقبہ ہوتے ہیں یعنی آگے پیچھے بغیر مہلت اور تراخی کے آتے ہیں۔

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حال کوئی مستقل زمانہ نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک آن ہوتا ہے لیکن حال کو جتنا عرف والے سمجھیں وہ حال ہے۔

سوال :-

مسند فعل ہو تو تین زمانوں میں سے کسی
ایک کے ساتھ مقید کرنے کے لیے آتا ہے ایسا
کیوں ہے؟ تین زمانوں میں سے کسی ایک کے
ساتھ مقید کرنا تو اسم کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے۔

جواب :-

فعل تین زمانوں میں سے
کسی ایک زمانے پر اپنے صیغے کے ساتھ
ساتھ کرتا ہے زمانے پر دلالت کرنے کے لیے
کسی خارجی قرینے کی اس کو ضرورت نہیں
ہوتی

بخلاف اسم کے
کہ وہ زمانے پر دلالت تو
کرتا ہے لیکن وہ قرینۂ خارجیہ کے ساتھ
دلالت کرتا ہے

جیسے
«زید قائم الآن او امس او غدا»

اسی وجہ سے ماتن نے فرمایا

"علی اخصر وجہ"

یعنی فعل میں اختصار ہوتا ہے۔

سوال :-

فعل میں تجدد کس طرح پایا جاتا ہے؟

جواب :-

جب تجدد زمانے کو لازم ہے کیونکہ زمانہ "کم" ہوتا ہے غیر قار الذات ہوتا ہے یعنی وجود میں اس کے اجزا جمع نہیں ہوتے

اور زمانہ فعل کے مفہوم کا جز ہے کیونکہ فعل کا معنی حدث زمانہ اور نسبت الی الفاعل ہے۔

جب یہ مذکورہ باتیں موجود ہیں کہ تجدد زمانے کو لازم اور زمانہ فعل کے مفہوم کا جز تو فعل تین زمانوں میں سے ایک کے ساتھ مقید ہونے کے ساتھ ساتھ تجدد کا بھی فائدہ دے گا۔

اسی کی طرف ماتن نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

مع افادۃ التجدد۔

سوال :-

فعل تغییر زمان اور تجدد کا فائدہ دیتا ہے اس کی مثال تحریر کریں۔

جواب :-

طریف بن تمیم کا قول ہے۔

او کلما وردت عکاظ قبیلۃ
بعثوا الی عریفہم یتوسم

سوال :-

عکاظ اور عریف سے کیا مراد ہے؟

جواب :-

عکاظ :-

یہ عرب کا بازار تھا جس میں
میں سالانہ جمع ہوتے تھے. اشعار پڑھتے تھے
اور اپنے بڑوں پر فخر کیا کرتے تھے،
وکانت فیہ وقائع.

تعریف :-

یہ قوم کا پہچان ہوتا ہے

سوال :-

مذکورہ شعر میں کونسا جملہ ہے
جو تجدد پر دلالت کرتا ہے۔

جواب :-

اس شعر میں یتوسم فعل ہے جو تجدد پر دلالت کر رہا ہے یعنی اس معرف سے چہروں کا غور سے دیکھنا صادر ہوتا ہے اور وہ ان میں بار بار غور کرتا ہے اور وقفے وقفے سے ان کو دیکھتا ہے۔

سوال :-

اما کو تاہ اسما

نکرہ اسم لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب :-

مسند کو اسم لایا جاتا ہے تقیید زمان اور
اور افادہ تجدد نہ ہونے کی وجہ سے یعنی
دوام و ثبوت کے لیے اسم لایا جاتا ہے۔ ایسی
اعتراض کی وجہ سے جو اسم کے ساتھ متعلق
ہو گیا ہے۔

سوال :-
عدم افادہ تقیید و تجدد کی مثال
بیان کریں۔

جواب :-
لا بالف الدرھم المضروب صرتنا
لکن یمر علیھا و ھو منطلق

سوال :-
صرۃ کسے کہتے ہیں؟

جواب :-
جس میں درہم جمع ہوں۔

سوال :-

درہم کا صرف سے انطلاق دائمی ہے یا عارضی

جواب :-

چونکہ مسند منطلق اسم ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے لہذا مطلب یہ ہوگا کہ درہم کا صرف سے انطلاق دائمی ہے۔

سوال :-

یہاں شیخ عبد القاہر کا کیا استدلال ہے؟

جواب :-

اسم کو اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ ایک چیز کو دوسری کے لیے ثابت کیا جائے۔ بغیر اس بات کا تقاضہ کیے کہ اس میں تجدد پایا جائے یا حدوث پایا جائے

لہذا زید منطلق میں اتنا ہی کہا جائے کہ انطلاق زید کے لیے ثابت ہے چاہے وہ دائمی ہو یا عارضی

اسی طرح

زید طویل۔ زید قصیر۔

سوال :-

فعل اور شبہ فعل کو مفعول وغیرہ کے ساتھ مقید کرنے کا کیا فائدہ ہے ؟

جواب :-

فعل اور شبہ فعل یعنی اسم فاعل اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل کو مفعول مطلق ـ بہ ـ فیہ ـ لہ ـ معہ ـ حال تمیز، مستثنیٰ کے ساتھ مقید کرنا ۔ فائدے کو بڑھانے کے لیے ہوتا ہے

کیونکہ حکم جب خصوص کو زیادہ کرتا ہے تو غرابت کو زیادہ کرتا ہے اور جب غرابت زیادہ ہوتی ہے تو فائدہ بڑھتا ہے جیسا کہ مثال

شئی ما موجود ۔

فلان حفظ التورۃ سنۃ کذا فی بلدۃ کذا ۔

سوال :-

کان کی خبر کی مفعول کے مثل بہانے میں سے ہے اس کو مقید کرنا فائدے کو بڑھانے کے لیے نہیں بلکہ اس کے بغیر تو فائدہ حاصل ہوتا ہی نہیں ؟

جواب :-

کان زید منطلقا میں منطلقا مقید ہے کان ہیں ہے۔

کیونکہ منطلقا نفس مسند ہے اور کان منطلقا کے لیے قید ہے کیونکہ یہ نسبت کے زمانے پر دلالت کرتا ہے

جیسے

زید منطلق فی الزمان الماضی۔

سوال :-

فعل اور شبہ فعل کی تقیید کو ترک کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب :-

فائدہ کو بڑھانے سے مانع کی وجہ سے فعل یا شبہ فعل کی تقیید کو ترک کیا جاتا ہے۔

سوال :-

تربیت فائدہ سے مانع کیا چیزیں ہو سکتی ہیں؟

جواب :-

۱۔ مدت و فرصت کے ختم ہونے کا خوف ہونا

۲۔ جو حاضر ہیں ان کو فعل کے زمانے پر مطلع نہ کرنے کا ارادہ ہونا

۳۔ فعل کی جگہ پر مطلع نہ کرنے کا ارادہ ہونا

۴۔ فعل کے مفعول پر مطلع نہ کرنے کا ارادہ ہونا

۵۔ حاضرین کو مقیدات کا علم نہ ہونا۔

سوال

فعل کو شرط کے ساتھ مقید کرنے کا کیا فائدہ ہے مع مثال؟

جواب :-

فعل کو شرط کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے ایسے اعتبارات اور حالات کی وجہ سے جو اسمائے شرط اور حروف شرط کی معرفت کے ساتھ ہی معلوم ہونگے

اکرمک ان تکرمنی ان تکرمنی اکرمک

سوال

ادوات شرط کی تفصیل کہاں بیان کی گئی ہیں؟

جواب:-

ادوات شرط کی تفصیل علم نحو میں بیان کی گئی ہے؟

سوال:-

(عرفی)
اہل عرف کے نزدیک شرط کیا ہوتی ہے؟

جواب:-

عرفی اہل عرف کے ہاں شرط جزا کے حکم کے لیے قید ہے۔ مفعول اور اس کے مثل کی طرح

سوال:-

ان جئتنی اکرمک کس کے قائم مقام ہے؟

جواب:-

ان جئتنی اکرمک یہ والی مثال «اکرمک وقت مجیئک ایای» کے قائم مقام ہے

سوال:-

کیا جملہ شرطیہ خبریہ اور انشائیہ بھی ہوتا ہے؟ اگر ہاں تو کیسے؟

جواب:-

جملہ شرطیہ شرطیہ ہونے کی وجہ جملہ خبریہ وانشائیہ سے خارج نہیں ہوتا بلکہ اگر جزا خبر ہو تو جملہ شرطیہ خبریہ ہوگا جیسے

ان جئتنی اکرمک

اور اگر جملہ خبر انشاء ہو تو جملہ شرطیہ انشائیہ ہوگا جیسے۔

ان جاءک زید فاکرمہ

سوال:-

کیا نفس شرط خبریہ رہتا ہے یا اس سے خارج ہو جاتا ہے؟

جواب:-

نفس شرط یعنی حرف شرط جزاء کے علاوہ کو ادوات شرط (1) خبریہ اور صدق و کذب کے احتمال سے خارج کر دیتے ہیں

(1) اسمائے شرط و حروف شرط

اعتراض:-

"مطول" میں شارح نے فرمایا کہ شرط و جزاء دونوں خبریہ ہوتے اور صدق و کذب کے احتمال سے خارج ہوتے ہیں۔ اور یہاں فرمایا کہ حرف شرط خبریہ اور صدق و کذب کے احتمال سے خارج ہوتی ہے۔ ان دونوں اقوال میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

دفع اعتراض :-

جو "مطول" فرمایا وہ بھی درست ہے اور جو یہاں فرمایا وہ بھی درست ہے تطبیق کی صورت یہ ہے کہ یہاں دو گروہ ہیں دونوں کے مختلف رقول ہیں چنانچہ

عرف اہل عرب :-

عرب اہل عرف کے نزدیک صرف شرط خبریہ ہوتے اور صدق و کذب کے احتمال سے خارج ہوتی ہے

منطق والے لوگ :-

اہل منطق کے نزدیک شرط و جزاء میں سے ہر ایک خبریہ ہونے اور صدق و کذب کے احتمال سے خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ جملہ خبریہ شرط و جزاء کا مجموعہ ہوتا ہے جس میں شرط کے لیے جزاء کے لازم ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔

سوال :-

کسی مثال کے ذریعے اہل منطق اور اہل عرف کے موقف کو واضح کریں

جواب :-

"کلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود"

اہل مدینہ کے عرف کے اعتبار

سے وجود نہار کا حکم طلوع شمس کے اوقات

میں سے ہر وقت میں ہے

لہذا محکوم علیہ نہار ہے اور محکوم بہ

موجود ہے۔

یعنی ان کے نزدیک نہار کا وجود ہے

لزوم نہیں ہے

اہل منطق کے اعتبار سے وجود

نہار کے لزوم کا حکم طلوع شمس کے لیے ہے۔

لہذا طلوع شمس محکوم علیہ اور وجود نہار

محکوم بہ ہے۔

دونوں اعتباروں میں بہت فرق ہے۔

سوال:-

ان اذا اور لو کی تفصیل علم بلاغت

میں کیوں کی جا رہی ہے؟

جواب:-

کیونکہ ان اذا اور لو کے

بارے میں کثیر ابحاث ہیں جن کی تفصیل

علم نحو میں بیان نہیں کی گئی؟

سوال:-

ان اور اذا کس کے لیے آتے ہیں؟

جواب:۔

ان اور اذا استقبال میں شرط کے

لیے آتے ہیں۔

سوال:۔

اِنْ کی اصل کیا ہے؟

جواب:۔

اِنْ کی اصل وقوع شرط کا یقین نہ

ہوتا ہے۔

سوال:۔

لفظ اِنْ اگر کلام اللہ میں واقع ہو تو کیا

اپنی اصل پر واقع ہوگا؟

جواب:۔

کلام اللہ میں اِنْ استعمال ہو تو اصل

پر واقع نہ ہوگا بلکہ اس کی دو صورتیں ہونگی۔

1) حکایت کے طور پر

2) تاویل کی کسی قسم پر واقع ہوگا۔

سوال:۔

اذا کی اصل کیا ہے؟

جواب:۔

اذا کی اصل وقوع شرط کا

یقین ہوتا ہے۔

سوال :-

ان اور اذا کس چیز میں مشترک اور کس چیز میں جدا ہوتے ہیں؟

جواب :-

ان اور اذا استقبال میں مشترک ہوتے ہیں۔ بخلاف "لو" کے۔
شرط کے وقوع کا یقین ہونے اور شرط کے وقوع کا یقین نہ ہونے میں جدا ہیں۔

اعتراض :-

شرط کے وقوع کا جزم اور وقوع کا عدم جزم بیان کیا ہے۔ لا وقوع شرط جزم اور عدم جزم کیوں نہ بیان کیا؟

دفع اعتراض :-

چونکہ شرط کا لا وقوع کا جزم و عدم جزم اذا اور ان کے درمیان مشترک ہے اور یہاں وجہ افتراق بیان کرنا مقصود ہے اس لیے یہاں لا وقوع شرط کا جزم و عدم جزم بیان نہ کیا۔

سوال :-

ان ... کے استعمال کے مواقع کیا ہیں وجہ بھی لکھیں؟

جواب :-

چونکہ اِنْ شرط کے وقوع کے عدم جزم کے لیے ہوتا ہے اس لئے نادر حکم کے لیے اِنْ استعمال ہوتا ہے۔

سوال :-

نادر حکم کے لیے اِن کے مواقع کیوں ہوتے ہیں؟

جواب :-

کیونکہ نادر حکم کے ہونے کا اکثر طور پر یقین نہیں ہوتا اس لئے نادر حکم کے لیے اِنْ استعمال ہوتا ہے

سوال :-

اذا کب استعمال ہوتا ہے اور کیوں؟

جواب :-

چونکہ اذا کی اصل شرط کے وقوع کا یقین ہوتا ہے اس لئے اذا کے ساتھ ماضی کے لفظ کو لایا گیا ہے۔

کیونکہ ماضی کے نفس لفظ کی طرف نظر کریں تو یہ وقوع کے یقین پر دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ یہاں معنی استقبال کا ہوتا ہے۔

سوال :-

فاذا جاءتھم الحسنۃ ... الخ

کی تفسیری وضاحت لکھیں۔

جواب :-

فاذا جاءتھم

یہاں ھم سے مراد قوم موسیٰ ہے۔

الحسنۃ

جیسے بارش اور سبزہ

قالوا لنا ھذہ

یہ ہمارے ساتھ خاص ہے ہم اس

کے مستحق ہیں۔

وان تصبھم سیئۃ

یعنی اگر قالش اور مصیبت

یطیروا۔

بدشگونی لیتے ہیں۔

بموسیٰ ومن معہ

یعنی مومن لوگ۔

سوال :-

مذکورہ مثال کو ممثل لہ

پر منطبق کیجئے؟

جواب :-

حسنہ کی جانب

مذکورہ مثال میں اذا کے ساتھ لفظ ماضی لایا گیا ہے کیونکہ "الحسنۃ" سے مراد حسنہ مطلقہ ہے جس کا حصول یقینی ہے۔

اور اسی وجہ سے "حسنہ" کو الف لام جنسی کے ساتھ معرفہ لایا گیا ہے کیونکہ جنس کا واقع ہونا اس کے کثیر اور وسیع ہونے کی وجہ سے واجب کی طرح ہوتا ہے کہ یہ جنس ہر نوع میں ثابت ہوتی ہے جبکہ نوع میں ایسا نہیں ہوتا کہ وہ ہر فعل میں نہیں ہوتی۔

اور سیئہ کی جانب ان کے ساتھ فعل مضارع لایا گیا ہے کیونکہ سیئہ حسنہ مطلقہ کی بنسبت نادر (کم پائی جاتی) ہے

اسی وجہ سے سیئہ کو نکرہ لایا گیا ہے تاکہ یہ تقلیل پر دلالت کرے۔

سوال :-

ان کب مقام جزم میں استعمال ہوتا ہے۔ مع امثلہ زینت قرطاس کریں۔

جواب :-

درج ذیل مقامات میں ان وقوع شرط کے یقین کے طور پر استعمال ہوتا ہے

(1) تجاہل عارفانہ (جان بوجھ کر جاہل بننے) کے طور پر

مثال :-
کسی غلام سے اس کے آقا کے بارے
میں پوچھا جائے کہ هل مولى الدار
غلام کو پتا ہوتا ہے وہ گھر میں ہے پھر کہے
ان کان فیها اخبرك
اس صورت میں وہ اپنے آقا سے خوف کی
وجہ سے جان بوجھ کر جاہل بنتا ہے۔
(2) مخاطب کو جب وقوع شرط کا یقین
نہ ہو تو اس وقت وہ کلام کو اپنے اعتقاد کے مطابق
لاتا ہے اور ان استعمال کرتا ہے
مثال :-
تجھے جھٹلانے والے کو تمہارا یہ کہنا
ان صدقت فماذا تفعل
باوجود یہ کہ تجھے علم ہے کہ تو صادق ہے۔
(3) وہ مخاطب جو وقوع شرط کو جاننے
والا ہے اسے جاہل کے مرتبہ میں اتارنا۔ اس کا
علم کے تقاضے کے مطابق عمل نہ کرنے کی وجہ سے
مثال :-
جو اپنے باپ کو ایذا دے رہا ہے
تمہارا اس کو یوں کہنا
ان کان اباك فلا تؤذه؟

(۶) توبیخ یعنی مخاطب کو شرط پر عار دلانے کے لیے اور تصویر یعنی صورت پیش کرنے کے لیے کہ وہ مقام صلاحیت نہیں رکھتا مگر اس کو فرض کرنے کی یعنی وہ مقام صرف اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس کو فرض کیا جائے جیسے محال کو فرض کیا جاتا ہے کیونکہ مقام ایسی چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے جو شرط کو اس کی اصل سے اکھاڑ دے۔ اغراض میں سے کسی غرض کی وجہ سے اس کو فرض کیا جاتا ہے۔

خلاصہ:

توبیخ و تصویر کے لیے ان مقام جزم میں استعمال ہوتا ہے

مثال:-

افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم مسرفین۔

جب ان بالکسر ہو۔

(۷) جو شرط کے ساتھ متصف نہیں ہے اس کو اس پر غلبہ دینا جو شرط کے ساتھ متصف ہے

مثال:-

جیسے زید کے لیے جب قیام قطعی الحصول ہو اور عمرو کے لیے غیر قطعی ہو تو اس طرح کہنا

ان قسمتنا کان کذا
غیر متصف بالشرط کو متصف بالشرط
پر غلبہ دینا ہے۔

سوال :-

افنضرب عنکم الذکر ــــ الخ
کی تفسیر و وضاحت لکھیں۔

جواب :-

اَفنضرب عنکم الذکر
کیا ہم تمہیں مہلت دیں پھر ہم تم سے
قرآن اور جو کچھ اس میں اوامر و نواہی
وعدے اور وعید ہیں ان کو پھیر لیں۔

صفحاً :
یا تو یہ نضرب کا مفعول مطلق ہے یا
نعرض مقدر کا مفعول مطلق ہے
یا یہ مفعول لہ ہے
یا یہ حال ہے
اسی لیے مصنف نے ، اعراضا ، للاعراض
اور معرضین کو بالترتیب بیان فرمایا کہ
تینوں میں سے کوئی مراد ہو سکتا ہے

سوال :-

افنضرب عنکم الذکر

اس مثال کو ممثل لہ پر منطبق کریں۔

جواب:۔

کفار کا مسرفین یعنی حد سے

بڑھنے والا ہونا یقینی امر ہے لیکن اس کو لفظ

اِنْ کے ساتھ لایا گیا ہے تو بیخ و تصویر کے

ارادے کی وجہ سے کہ اس مقام میں عاقل سے

اسراف ہونا واجب ہے کہ فرض اور تقدیر کے

طریقے پر ہی ہو کیونکہ یہ مقام ایسی نشانیوں پر

مشتمل ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ

عاقل سے اسراف بالکل صادر نہ ہو۔

لہٰذا یہ محال کے قائم مقام ہے۔

اور محال کا عدم وقوع اگرچہ یقینی ہوتا ہے

لیکن اہل عرب اس میدان کو استعمال کرتے ہیں

اِنْ کو اس کے منزلہ میں اتارنے کے لیے

جس کا نہ ہونا یقینی نہیں ہے۔ نرمی کے

طریقے پر اور مد مقابل کو چپ کروانے کے لیے

ڈھیل دینے کے طریقے پر۔

جیسے اللہ پاک کا فرمانا ہے

قل ان کان للرحمن ولد فانا

اول العبدین۔

سوال:۔

(بڑھ جانا / بڑھتا)

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی

عبدنا ۔

یہ کس کی مثال ہے؟

جواب :-

یہ مثال توبیخ و تصویر اور

تغلیب دونوں کی ہو سکتی ہے

توبیخ و تصویر تو اس طرح کہ قرآن

میں شک کا ثبوت فرض کرنے کے طریقے پر ہی

ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مقام ایسا ہے جو شک کو

دور کر دے اور وہ یہ آیات ہیں جو اس بات

پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن اللہ پاک ہی کا

کلام ہے ۔

تغلیب یوں کہ اس میں شک نہ

کرنے والوں کو شک کرنے والوں پر غلبہ

دیا گیا ہے کیونکہ مخاطب لوگوں میں کچھ

وہ بھی ہیں جو حق کو جانتے ہیں مگر صرف

عناد کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہیں ۔ تو سب

کو ایسے بنا دیا کہ گویا ان کو شک نہیں ہے ۔

سوال :-

غیر مرتابین کو مرتابین

پر غلبہ دینے کے بارے میں بیان کیا گیا

ہے ۔ تحریر کرریں ۔

جواب :۔

بحث یہ ہے جب تمام کو غیر مرتا ہیں۔ شک نہ کرنے والوں کے قائم مقام کر دیا تو شرط کا لاوقوع قطعی ہو گیا تو جس طرح وقوع قطعی ہو تو اِنْ کا استعمال درست نہیں اسی طرح لاوقوع قطعی ہو تب بھی اِنْ کا استعمال درست نہیں کیونکہ اِنْ تو ان معانی میں استعمال ہوتا جو شک کا احتمال رکھتے ہوں (یعنی مضارع کے ساتھ) اور یہ معنی یہاں نہیں ہو سکتا کہ مستقبل میں شک ثابت ہو گا۔

اسی وجہ سے کوفیوں نے یہ گمان کیا کہ یہاں اِنْ اِذْ کے معنی میں ہے اور امام مبرد و زجاج نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اِنْ، کَانَ پر آئے تو اسے مستقبل کی طرف تبدیل نہیں کرتا کیونکہ کان کی ماضی پر دلالت قوی ہوتی ہے۔

شارح کا موقف :۔

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں صرف تغلیب اِنْ کے استعمال کو درست نہیں کرتی۔ بلکہ اس طرح کہنا ضروری ہے کہ

جب غلبہ دیا گیا تو تمام شک نہ کرنے والوں کے قائم مقام ہو گئے تو شرط کا انتفاء (نہ ہونا) یقینی ہو گیا تو اس میں ان کو فرض اور تقدیر کے طریقے پر استعمال کیا جائے گا مخاطب کو چپ کروانے اور الزام دینے کے لیے جیسے اللہ پاک کا فرمان ہے

فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا۔

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العبدین۔

سوال :-

تغلیب کہاں جاری ہوتی ہے چند مثالیں تحریر کریں مع وضاحت

جواب :-

تغلیب وسیع باب ہے جو کثیر فنون میں جاری ہوتا ہے

امثلہ

1) اللہ پاک فرماتا ہے

وکانت من القنتین

اس مثال میں مذکر کو مونث پر غلبہ دیا گیا ہے وہ اس طرح کہ جو صفت

مذکر اور مونث دونوں کے درمیان مشترک ہے اس
کو ایسے طریقے پر جاری کیا ہے جو مذکر کے ساتھ
خاص ہوتا ہے۔ کیونکہ قنوت صفت کے
مذکر و مونث دونوں موصوف ہو جاتے ہیں لیکن
قانتین کا لفظ مذکر کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے

2) اللہ پاک فرماتا ہے۔

بل انتم قوم تجھلون۔

اس مثال میں جانب معنی کو جانب لفظ
پر غلبہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ قیاس یہ کہ
یجھلون یا کے ساتھ استعمال ہو کیونکہ
ضمیر قوم کی طرف عائد ہے، اور اس کا لفظ
غائب کا لفظ ہے کہ یہ اس ظاہر ہے لیکن
یہ معنی میں مخاطبین سے تعبیر کیا گیا ہے
لہذا جانب خطاب کو جانب غیبہ پر غلبہ دیا
گیا ہے۔

3)

ابوان۔ ماں باپ کے لیے

4) عمرین

حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لیے

5) قمرین

سورج اور چاند کے لیے

سوال :-

تغلیب کی تعریف لکھیں

جواب :-

دو مصاحب یا متشابہ چیزوں میں سے ایک کو دوسری پر غلبہ دینا اس طرح کہ دوسرے کو پہلے کا اسم میں متفق بنایا جائے پھر اس اسم کی تثنیہ بنائی جائے اور ان دونوں کا اکٹھا قصد کیا جائے۔

سوال :-

کیا الوان ۔ وکانت من القانتین کی مثال ہے؟

جواب :-

الوان ، وکانت من القانتین کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ الوان قنوت کی طرح دونوں میں مشترک صفت نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ

قانتین کی مثال میں ظاہر کی مخالفت صیغہ اور ہیئت کی جہت کے اعتبار سے ہے

جبکہ ابوان میں مادہ اور لفظ کے جوہر کے اعتبار سے بالکلیہ ظاہر کی مخالفت ہے

سوال :-

شرط و جزاء کو زیادہ فعل ہوں گے

جواب :-

چونکہ مضمون جزاء کا حصول مضمون شرط کے حصول کے ساتھ زمانہ مستقبل میں متعلق ہوتا ہے اس لئے اِنْ اور اِذَا میں سے ایک کی شرط و جزاء کے دونوں جملے جملہ فعلیہ استقبالیہ ہوں گے۔

سوال :-

شرط و جزاء مضارع کیوں ہوتی ہیں ؟

جواب :-

شرط اس لئے فعل مضارع ہوتی ہے کہ اس کا حصول زمانہ مستقبل میں فرض کیا گیا ہوتا ہے لہٰذا اس کا ثبوت اور ماضی ہونا ممتنع ہے۔

اور جزا اس لئے مضارع ہوتی ہے کہ اس کا حصول زمانہ مستقبل میں شرط کے حصول پر معلق ہوتا ہے

اور جو چیز پہلے حاصل ہو ثابت ہو اس کے حصول کو زمانہ مستقبل میں حاصل ہونے والی چیز

کے حصول پر معلق کر ممتنع ہے

سوال

شرط و جزا ایک جملہ فعلیہ استقبالیہ کے مخالف ہو سکتے ہیں ؟

جواب :-

شرط و جزا کسی نکتہ کی وجہ سے لفظاً جملہ فعلیہ استقبالیہ کے مخالف ہو سکتے ہیں ۔ کیونکہ بغیر فائدے مقتضیٰ ظاہر کی مخالفت ممتنع ہے ۔

سوال :-

مصنف نے مخالفت ہونے میں لفظاً کی قید لگائی اس میں کیا نکتہ ہے ؟

جواب :-

لفظاً کہنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شرط و جزا دونوں کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو جملہ اسمیہ یا جملہ فعلیہ ماضیہ بنا دیا جائے تو معنیٰ مستقبل والا ہی رہے گا ۔

سوال :-

کوئی مثال دیجئے ۔

جواب :-

ان اکرمتنی الآن فقد

اکرمتنی امس
اس کا معنی یہ ہے۔
"ان تحتقرنی بامرامک ایای الآن
فاعتقد باکرامک ایای امس"

سوال:-
اِنْ غیر استقبال میں کب استعمال ہوتا ہے؟

جواب
۱۔ اِنْ قیاسی طور پر اکثر کان کے ساتھ غیر استقبال میں استعمال ہوتا ہے
جیسے وان کنتم فی ریب
۲۔ مقام تاکید میں واؤ حالیہ کے بعد محض وصل اور ربط کے لیے اِنْ استعمال ہوتا ہے نہ کہ شرط کے لیے
جیسے۔
زید وان کثر مالہ۔ بخیل
عمرو وان اعطی جاھا لئیم۔
۳۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ میں قلیل استعمال ہوتا ہے۔ جیسے
فیا وطنی ان فاتنی بک سابق
من الدھر فلینعم لسنا کنک البال

سوال:-

کس نکتہ کی وجہ سے فعل مضارع سے

عدول کیا جاتا ہے؟

جواب :-

غیر حاصل کو حاصل کی جگہ

ظاہر کرنے کے لیے فعل مضارع سے عدول کیا جاتا ہے۔

سوال

غیر حاصل کو حاصل کی جگہ کیوں

رکھا جاتا ہے؟

جواب :-

اس کی چند وجوہات ہیں۔

1) قوت اسباب کی وجہ سے جو چیز کے

حصول میں جمع ہوتے ہیں۔

جب خریدنے کے اسباب موجود

ہوں تو اس وقت یہ کہنا،

ان اشتریت کان کذا۔

2) واقع ہونے والی چیز کا واقع ہو جانے کی طرح ہونے کی وجہ

سے۔

3) تفاؤل

4) وقوع شرط میں رغبت کا اظہار کرنے کی وجہ سے

ان دونوں کی مثال

ان ظفرت بحسن العاقبۃ فھو المرام

3۔ تعریض کی وجہ سے
لئن اشرکت لیحبطن عملک

سوال:-

اظہار رغبت میں غیر حاصل کو حاصل کی جگہ رکھنا کیسے پایا جا رہا ہے؟

جواب:-

بے شک طالب کی رغبت جب کسی امر کے حصول میں بڑھ جاتی ہے تو طالب اس امر کا تصور کثرت سے کرنے لگتا ہے۔ تو کبھی وہ اس امر کو حاصل کی طرح خیال کرتا ہے تو اسے لفظ ماضی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سوال:-

وقوع شرط میں اظہار رغبت کے لیے ان کے ساتھ ماضی استعمال ہوتا ہے اس کی کوئی قرآنی مثال دیجئے۔

جواب:-

اللہ پاک فرماتا ہے
لا تکرھوا فتیٰتکم علی البغاء
ان اردن تحصنا
یہاں "ان یردن" نہیں کہا بلکہ "ان اردن" فرمایا ہے۔

اعتراض :-

یہاں اکراہ سے نہی کو پاکدامنی کے ارادے پر معلق کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ عورتیں پاکدامنی کا ارادہ کریں تو ان کو زنا پر مجبور کرنا درست ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔

جواب :-

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شرط کے ساتھ مقید کرنا شرط کے نہ پائے جانے کے وقت حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے تو وہ لوگ یہ بات اس وقت کہتے ہیں جب شرط کے لیے کوئی دوسرا فائدہ ظاہر نہ ہو۔ اور یہاں فائدہ پایا جا رہا ہے اور وہ ہے مجبور کرنے سے نہی میں مبالغہ کرنا یعنی جب وہ لونڈیاں عفت کا ارادہ رکھتی ہوں تو آقا کا زیادہ حق ہے کہ وہ ان کو روکے۔

اس کا ایک اور جواب بھی ہے وہ یہ کہ انتفاء شرط پر حکم کی دلالت ظاہر کے اعتبار سے ہے اور اجماع قطعی یہ ہے کہ مطلقاً ان لونڈیوں کو مجبور کرنا حرام ہے۔ اجماع ظاہر کے خلاف ہے یہ مسلم اصول ہے کہ ظاہر اجماع قطعی

کے معارض ہو تو ظاہر کا اعتبار نہیں ہوگا۔

سوال :-

تعریض کی تعریف لکھیں

جواب :-

فعل کی نسبت ایک چیز کی طرف کرنا اور مراد اس کا غیر لینا۔

سوال :-

لئن اشرکت لیحبطن عملک

اس آیت کی تفسیری وضاحت لکھیں۔

جواب :-

اللہ پاک فرماتا ہے۔

ولقد أوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک

یہاں مخاطب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرک نہ کرنا یقینی ہے لیکن لفظ ماضی کے ساتھ لایا گیا ہے غیر حاصل اشراک کو حاصل کی جگہ میں ظاہر کرنے کے لیے بطور فرض و تقدیر ان لوگوں کو تعریض کرنے کے لیے جن سے اشراک صادر ہوا اس طرح کہ ان کے اعمال سارے اکارت (برباد) ہو جائیں گے

جیسے کہ جب کوئی تمہیں گالی دے اور
تم اسے کہو
واللہ ان شتمنی الامیر لا اکرمنہ

اعتراض :-

علامہ خلخالی فرماتے ہیں
کہ تعریض عام ہے ماضی میں جس سے اشتراک
صادر ہوا ان کے لیے بھی اور جن سے اشتراک صادر
نہ ہوا ان کے لیے بھی اور یہ مضارع میں بھی حاصل ہے
لہذا مضارع سے ماضی کی طرف عدول کرنا تعریض
کے لیے نہیں ہے

جواب :-

اس بات میں کچھ مخفی
نہیں ہے کہ جس سے اشتراک صادر نہیں ہوا ان
کو تعریض کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے اور یہ
بات بھی مخفی نہیں ہے کہ مضارع کو ذکر کر کے اس
تو تعریض کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس
صورت میں مضارع اپنی اصل پر ہوگا اور تعریض
عدول کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اصل سے نہیں۔

سوال :-

غیر حاصل کو حاصل کی جگہ رکھنے کی
تمام صورتیں علامہ سکاکی نے ہی بیان کی ہیں تو

تعریض میں ہی صرف علامہ سکاکی کا ذکر کیوں کیا؟

جواب :-

چونکہ اس کلام میں خفا دادر

منحصف کی صورت تھی اس لیے اس کی نسبت علامہ

سکاکی کی طرف کی ہے ورنہ بقیہ تمام صورتیں بھی

علامہ سکاکی نے ہی بیان کی ہیں۔

سوال :-

محض تعریض کی مثال قرآن سے

دیجئے۔

جواب :-

اللہ پاک نے ایک آدمی کا قول

حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

و مالی لا اعبد الذی فطرنی

یعنی و مالکم لا تعبدون الذی فطرکم

والیہ ترجعون۔

کیونکہ اگر تعریض نہ ہوتی تو یوں

کہا جاتا والیہ ارجع

سوال

تعریض کے حسن کی وجہ کیا ہے؟

جواب

تعریض کے حسن کی وجہ:

تعریض کے حسن کی وجہ یہ ہے کہ متکلم مخاطبوں کو ایسے طریقے پر حق سناتا ہے کہ مخاطبوں کا غصہ زیادہ نہیں ہوتا اور اس میں مخاطبوں کی باطل کی طرف نسبت کو ترک کر دیا جاتا ہے

اور ایسے طریقے پر حق سناتا ہے جو حق کو قبول کرنے پر مددگار ہوتا ہے کیونکہ یہ صورت مخاطبوں کے لیے خالص نصیحتوں میں داخل ہے کہ متکلم مخاطبوں کے لیے وہی مراد لیتا ہے جو اپنے لئے مراد لیتا ہے

سوال

"لو" کس کے لیے استعمال ہوتا ہے؟

جواب :-

"لو" زمانہ ماضی میں شرط کے نہ ہونے کے یقین کے ساتھ بطور فرض کے شرط کے مضمون کے حصول کے ساتھ جزاء کے حصول کو معلق کرنے کے لیے آتا ہے۔

سوال :-

"لو" جب داخل ہو تو کیا چیز لازم ہوتی ہے؟

جواب :-

چونکہ شرط کے نہ ہونے کا

اس میں یقین ہوتا ہے اس لئے انتفاد جزاء
لازم ہے۔ جیسے تمہارا کہنا۔
لو جئتنی لاکرمتک
یعنی اس میں اکرام آنے کے ساتھ
معلق ہے سا تھ میں نہ آنے کا یقین ہو لہذا
اکرام کا نہ ہونا بھی لازم ہے۔

سوال :-

امتناع اول اور امتناع ثانی میں
سے کون کس کی وجہ سے ہے؟ جمہور کا قول؟

جواب :-

جمہور کا یہ قول ہے کہ شرط کے منتفی
ہونے کی وجہ سے جزاء منتفی ہوتی ہے۔
یعنی امتناع ثانی کے لیے امتناعِ اول کی وجہ سے

سوال :-

اس بارے میں علامہ ابن حاجب کا
کیا موقف ہے؟

جواب :-

ان کے نزدیک پہلا سبب ہے اور دوسرا
مسبب ہے اور سبب کا انتفاد مسبب کے انتفاد
پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ یہ بات جائز ہے کہ ایک
شئے کے متعدد اسباب ہوں۔

بلکہ معاملہ برعکس ہے کہ مسبب کا انتفاء
سبب کے انتفاء پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مسبب
کا انتفاء تمام اسباب کے انتفاء پر دلالت کرتا ہے
لہٰذا یہ امتناع اول کے لیے امتناع ثانی کی وجہ ہے۔

مثال :-

اللہ پاک فرماتا ہے۔
لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا
اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ تعدد
الٰہ نہ ہونے کی وجہ سے فساد نہیں ہے۔ ایسا نہیں
کہ فساد نہ ہونے کی وجہ سے تعدد الٰہ نہ ہو۔

سوال :-

متأخرین کا اس بارے میں
کیا موقف ہے؟

جواب :-

متاخرین نے علامہ ابن حاجب
کی رائے کو اچھا کہا یہاں تک کہ وہ اس بات
پر جمع ہو گئے کہ یہ امتناع اول کے لیے امتناع ثانی
کی وجہ ہے۔
متاخرین کے نزدیک اس کی دو وجوہات
ہیں۔ ایک تو وہ جو علامہ ابن حاجب نے بیان
کی ہے یعنی سبب اور مسبب والی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

اول ملزوم ہے اور ثانی لازم اور لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو واجب کرتا ہے جبکہ ملزوم کا انتفاء لازم کے انتفاء کو واجب نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ لازم زیادہ عام ہو۔

سوال :-

علامہ ابن حاجب اور متاخرین کو علامہ تفتازانی کا جواب لکھیں۔

جواب :-

علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس اعتراض کا سبب قلت تامل ہے کیونکہ جمہور کا یہ قول

لو لا متناع الثانی لامتناع الاول

کا یہ معنی نہیں ہے کہ امتناع اول کے ساتھ امتناع ثانی پر دلیل پکڑی جائے۔ یہاں تک کہ یہ اعتراض ہو کہ سبب یا ملزوم کا انتفاء مسبب یا الملزوم کے انتفاء کو لازم کرتا ہے۔

بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ "لو" خارج میں انتفاء ثانی پر دلالت کرتا ہے بے شک یہ ہی انتفاء اول کا سبب ہے

اب لو شاء لہداکم کا معنی یہ ہے

نہ ہونا

①

کہ انتفاء مقدم انتفاء مشیت کی وجہ سے ہے یعنی۔ بے شک "لو" اس بات پر دلالت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ خارج میں مضمون جزا کے انتفاء کی علت مضمون شرط کا انتفاء ہی ہے۔ اس بات کی طرف التفات کیے بغیر کہ انتفاء جزاء کے علم کی علت کیا ہے۔

سوال :-

علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ نے اپنے موقف پر کیا دلائل دیئے ہیں؟

جواب :-

علامہ تفتازانی صاحب فرماتے ہیں کہ جمہور کا قول

"لولا لامتناع الثانی لوجود الاول"

اس قول کی مثال ہے۔

"لولا علی لهلك عمر"

اس کا معنی یہ ہے کہ علی کا وجود عمر کے ہلاک نہ ہونے کا سبب ہے ایسا نہیں ہے کہ علی کا وجود عمر کے ہلاک نہ ہونے کی دلیل ہو۔

اسی وجہ سے ہمارا یہ قول درست ہے۔

لو جئتنی لاکرمتك لکنك لم تجئ

یعنی تمہارا اکرام نہ ہونا تمہارے نہ آنے کی وجہ سے ہے

DATE:________ DAY:________

(۲) حماسی نے کہا:

لو طار ذو حافر قبلها

لطارت ولکنه لم یطر

یعنی اس گھوڑے کے نہ اڑنے کا سبب یہ ہے کہ

کھروں والا کبھی نہیں اڑا۔

(۳) اور معری نے کہا

لو دامت الدولات کانوا کغیرهم

رعایا ولکن مالهن دوام۔

سوال:

اِنْ اور لَوْ کے بارے میں منطقیوں

کا کیا موقف ہے؟

جواب:۔

منطقی اِنْ اور لَوْ کو اداۃ

لزوم بناتے ہیں اور ان کو نتائج کا علم حاصل

کرنے کے لیے قیاسات میں استعمال کرتے ہیں۔

تو اُن کے نزدیک اِنْ اور لَو اس بات

پر دلالت کرنے کے لیے ہیں کہ انتفاء ثانی کا

علم انتفاء اول کے علم کی علت ہے۔ کیونکہ لازم

کے انتفاء سے تو ملزوم کا انتفاء ضروری ہے

بغیر اس بات کی طرف التفات کیے کہ خارج

میں جزاء کے انتفاء کی علت کیا ہے۔ جیسا کہ

DATE: DAY:

اللہ پاک فرماتا ہے۔

لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا

سوال :-

جب لو ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے تو اس کے لیے کیا چیز ضروری ہے؟

جواب :-

جب لو ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے تو اس کو عدم ثبوت اور ماضی ہونا لازم ہے دونوں جملوں میں۔

سوال :-

اس کو عدم ثبوت اور ماضی ہونا کیوں لازم ہے؟

جواب :-

کیونکہ ثبوت تعلیق کے منافی ہے اور استقبال ماضی کے منافی ہے۔ لہٰذا دونوں جملوں میں فعلیہ ماضیہ سے عدول کسی نکتہ کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔

سوال :-

امام مبرد کا لو کے بارے میں کیا موقف ہے؟

جواب :-

امام مبرد فرماتے ہیں کہ لو مستقبل

DATE:________ DAY:________

میں ان کی طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ

اِنْ کی طرح استعمال ہونا ثابت ہے اگرچہ قلیل ہے

جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان

ہے۔

اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّین

اِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

وَلَوْ بِالسِّقْط

سوال :-

لو یطیعکم فی کثیر ۔۔۔ الخ

اس آیت میں لَوْ کے استعمال کا کیا مقصد ہے؟

جواب :-

اللہ پاک فرماتا ہے۔

واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی

کثیر من الامر لعنتّم۔

عنتّم سے مراد تم مشقت اور ہلاکت میں

پڑتے۔

اس آیت کے جیسی آیتوں میں "لَو"

فعل مضارع پر فعل کے استمرار کے قصد کے لیے داخل

ہوا ہے جس میں فعل وقتاً فوقتاً گزرا۔

سوال :-

مذکورہ آیت میں فعل اطاعت

DATE:______ DAY:______

کا ہے یا امتناع الطاعت کا؟

اس بارے میں دونوں اقوال ہیں

۱) نفی اطاعت کا ہے۔ یعنی تمہارا

مشقت میں نہ پڑنا تمہاری اطاعت پر فعل کے استمرار

نہ ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ مضارع استمرار کا

فائدہ دیتا ہے اور اس پر "لو" داخل ہو جائے تو

امتناع استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔

۲) یہ بھی جائز ہے کہ یہاں نفی امتناع الطاعت

کا ہو یعنی تمہارا مشقت میں نہ پڑنا تمہاری اطاعت

سے فعل کے استمرار نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ

جس طرح مضارع مثبت ثبوت کے استمرار کا فائدہ

دیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ مضارع منفی نفی کے استمرار

کا فائدہ دے اور جب اس پر "لو" داخل ہوگا

تو امتناع استمرار کا فائدہ دے گا۔

جیسا کہ جملہ اسمیہ مثبتہ ثبوت اور

دوام کی تاکید کا فائدہ دیتا ہے اور جملہ اسمیہ

منفیہ نفی کی تاکید اور نفی کے دوام کا فائدہ

دیتا ہے نہ کہ تاکید اور دوام کی نفی کا۔

جیسے اللہ پاک نے منافقوں کے قول

آمنا کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

وما هم بمؤمنين

DATE:________ DAY:________

اس میں زیادہ بلیغ صورت اور زیادہ تاکید ہے ۔

سوال

استمرار فعل کے وصل کی کوئی قرآنی مثال دیجئے جو لوگ کے بغیر ہو ۔

جواب :-

اللہ پاک فرماتا ہے

اللہ یستھزئ بھم

اس میں اللہ مستھزئ بکم نہیں کہا استھزاء کے استمرار کا قصد کرنے اور وقتاً فوقتاً اس کے تجدد کا قصد کرنے کے لیے یہاں فعل مضارع استعمال کیا ہے ۔

سوال :-

ولو تری اذ وقفوا علی النار

اس آیت کی تفسیر لکھیں ۔

جواب :-

ولو تری :-

اس میں خطاب یا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہے یا ہر اس شخص کو ہے جسے رؤیت حاصل ہو ۔

اذ وقفوا علی النار

DATE: DAY:

یعنی ان کو آگ دکھائی جائے گی یہاں تک کہ اس کا معاینہ کریں گے

یا ان کو آگ پر اطلاع دی جائے گی کہ آگ ان کے نیچے ہے۔

یا ان کو آگ میں داخل کیا جائے گا تو اس میں عذاب کی مقدار کو جان لیں گے۔

سوال :-

کیا مذکورہ آیت میں لَوْ کا جواب محذوف ہے یعنی لرأیت

جواب :-

جی ہاں لو کا جواب محذوف ہے یعنی لرأیت امرا فظیعاً

سوال :-

مذکورہ آیت میں لَوْ فعل مضارع پر کس غرض سے داخل ہوا ہے ؟

جواب :-

مذکورہ آیت میں لَوْ فعل مضارع کو ماضی کے مرتبہ میں اتارنے کے لیے داخل ہوا ہے کیونکہ یہ کلام الہی ذات سے صادر ہوا ہے جس کی خبروں میں خلاف نہیں ہے۔

رؤیت والی یہ حالت قیامت والے دن

DATE:______ DAY:______

ہو گی لیکن اس کو یہاں فعل مضارع کو ماضی کے مرتبہ میں
اتار دیا ہے اور اس میں اذا اور لو کو استعمال کیا جاتا
ہے جو ماضی کے ساتھ خاص ہیں۔ لیکن ماضی کے لفظ
سے عدول کیا اور ولو ترٰی نہیں کہا اس بات
کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ یہ کلام ایسی ذات سے
صادر ہوا ہے جس کی خبروں میں خلاف نہیں ہے۔
اور اس کے نزدیک وقوع کے ثابت ہونے میں مستقبل
ماضی کے قائم مقام ہے

یہ معاملہ حقیقت میں مستقبل میں ہی ہوگا
تاویل کے اعتبار سے ماضی ہے۔ گویا کہ یوں فرمایا گیا
یہ معاملہ ہو چکا ہے لیکن تم نے دیکھا نہیں اگر تم
اسے دیکھ لیتے تو بڑا عظیم معاملہ جانتے۔

سوال:-

ماضی سے مضارع کی طرف عدول کی
کوئی قرآنی مثال دیجئے؟

جواب:-

اللہ پاک فرماتا ہے۔

ربما یود الذین کفروا

اس مثال میں مضارع کو ماضی کے مرتبہ میں اتارا
گیا ہے کیونکہ یہ ایسی ذات کا کلام ہے جس کی خبروں
میں خلاف نہیں ہے

DATE: DAY:

یہاں اصل یہ تھا کہ ماضی ہو کیونکہ ابن سراج نے اور ابو علی نے الایضاح میں اس بات کا التزام کیا ہے رب کے بعد ما کافہ ہو اس کے بعد فعل کا ماضی ہونا واجب ہے کیونکہ رب ماضی میں تقلیل کے لیے آتا ہے اور تقلیل کا معنی یہاں ایسے ہے کہ ان کو آخرت کے احوال مدہوش کریں گے تو وہ مدہوش ہو جائیں گے۔ پھر جب وہ اس مدہوشی سے کچھ افاقہ پائیں گے تو اس چیز کی تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں تکثیر یا تحقیق کے لیے استعارہ ہے

یود کا مفعول "الاسلام" محذوف ہے کیونکہ اس پر لو کانوا مسلمین دلالت کر رہا ہے۔ اور لو تمنی کے لیے ہے جو ان کی چاہت کو بیان کر رہا ہے۔

جنہوں نے لو کو تمنی کے لیے حرف مصدریہ بنایا ہے ان کے نزدیک یود کا مفعول لو کانوا مسلمین ہے۔

سوال :-

ولو تری ۔۔۔ الخ

اس میں مزید کس مقصد کے لیے لو فعل مضارع پر داخل ہوا ہے؟

DATE:______ DAY:______

جواب :-

صورت کو حاضر کرنے کے لیے کہ کافر آگ پر کھڑے کیسے دیکھ رہے ہوں گے ۔

کیونکہ مضارع اس حاضر حال پر دلالت کرتا ہے جس کی شان یہ ہے کہ اس کا مشاہدہ کیا جائے۔ گویا کہ فعل مضارع کے لفظ سے ساتھ وہ صورت حاضر ہو گئی تاکہ سامع اس کا مشاہدہ کریں

سوال

صورۃ کو حاضر کرنے کے لیے مضارع کی طرف عدول کب کیا جا سکتا ہے ؟

جواب :-

صورت کو حاضر کرنے کے لیے مضارع سے صرف اسی وقت عدول کیا جا سکتا ہے جب معاملہ ایسا ہو جس کا مشاہدہ کرنا اہم ہو اس کے عجیب و دلچسپ ہونے کی وجہ سے یا عظیم ہونے کی وجہ سے یا اسی طرح کی کسی وجہ سے ۔

سوال :-

صورت کو حاضر کرنے کے لیے فعل مضارع استعمال ہوتا ہے اس کی کوئی قرآنی مثال دیجئے

جواب :-

اللہ پاک فرماتا ہے

DATE: DAY:

واللہ الذی ارسل الریح فتثیر سحابا

اس آیت میں مضارع اس بدیع صورت کو حاصل کرنے کے لیے ہے جو اللہ کی غالب قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ یعنی بادلوں کے چلانے کی صورت اس حالت میں کہ بادل زمین و آسمان کے درمیان مخصوص کیفیتوں پر اور مختلف تبدیلیوں پر مسخر ہیں۔

سوال:-

مسند کو نکرہ لانے کی اغراض

تحریر کیجئے۔

جواب:-

مسند کو چند وجوہات کی بنا پر نکرہ لایا جاتا ہے۔

1) عدم حصر اور عدم عہد کے ارادے کے لیے کیونکہ یہ دونوں چیزیں معرفہ پر دلالت کرتی ہیں۔

مثال:-

زید کاتب، عمرو شاعر

2) تفخیم۔ عظمت کے لیے۔

مثال: ھدی للمتقین

اس کی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں

(i) مبتدا محذوف کی خبر ہے

(ii) ذلک الکتب کی خبر ہے۔

DATE: DAY:

(۳) تحقیر کے لیے۔
مثال :۔ ما زید شیأً

سوال :۔

مسند کو اضافت یا وصف کے ساتھ کیوں خاص کیا جاتا ہے؟

جواب :۔

مسند کو اضافت کے ساتھ جیسے زید غلام رجل یا وصف کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے جیسے زید رجل عالم۔
فائدہ کے اتم ہونے کے لیے۔ کیوں خصوص فائدہ کی اہمیت کو بڑھاتا ہے۔

سوال :۔

شارح علیہ الرحمہ نے مسند کے معمولات اور وصف اور اضافت کو کیا بتایا ہے؟

جواب :۔

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مسند کے معمولات جیسے حال وغیرہ کو مقیدات میں سے بتانا اور اضافت اور وصف کو مخصصات میں سے بتانا صرف ایک اصطلاح ہے ورنہ

DATE:
DAY:

وصف واضافت معمولات مخصصات میں سے اور ان دونوں چیزوں میں سے ہر ایک مقیدات میں سے بھی ہو سکتا ہے اور مخصصات میں سے بھی ہو سکتا ہے۔

سوال :-

وصف و اضافت کے ساتھ خاص کرنے سے فائدہ اتم کیوں ہوتا ہے دوسرا قول لکھیں؟

جواب :-

کیونکہ تخصیص عموم کو ختم کرنے کا نام ہے اور فعل میں عموم نہیں ہوتا کیونکہ فعل محض مفہوم یعنی مطلق ماہیت پر دلالت کرتا ہے۔ اور حال فعل کو مقید کر دیتا ہے جبکہ وصف اس اسم میں آتا ہے جس میں عموم ہوتا ہے تو اس کو خاص کر دیتا ہے

سوال :-

مذکورہ قول میں کیا نظر ہے؟

جواب :-

نظر یہ ہے کہ اگر شیوع سے مراد کثرت اور شمول مراد لیا جائے تو ظاہر ہے کہ نکرہ جب ایجاب میں ہو تو وہ کثرت اور عموم پر دلالت نہیں کرتا لہٰذا لازم ہے کہ رجل عالم

DATE:______ DAY:______

کی مثال میں وصف تخصیص کے لیے نہ ہو۔

اور اگر شیوع سے مراد احتمال صدق وکذب ہو

تو فعل میں شیوع ہوگا کیونکہ "جاءنی زید"

اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ زید سوار ہو کر

آیا یا اس کے علاوہ۔

نظر کا جواب:۔

بذاتہ اسم میں شیوع پایا جاتا ہے

اسی طرح فعل بذاتہ محض مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔

سوال:۔

مسند کی تخصیص کو ترک کرنے

کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔

کسی مانع کی وجہ سے مسند

کی تخصیص کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

سوال:۔

مسند الیہ کو معرفہ کیوں

لایا جاتا ہے

جواب:۔

سامع کو حکم کا فائدہ دینے کے لیے

ایسے امر پر جو سامع کو معلوم ہو معرفہ کے طریقوں

میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ۔ یعنی

DATE:________ DAY:________

جب مسند معرفہ ہو تو مسند الیہ کا معرفہ ہونا ضروری
ہے کیونکہ اہل عرب کے ہاں جملہ خبریہ میں
مسند الیہ نکرہ ہو اور مسند معرفہ ہو ایسا نہیں ہوتا ہے۔

باحد مثلہ۔

یعنی معرفہ کے طریقوں میں سے کسی ایک
سے اس نوع حکم کا فائدہ دینا ہے تو وہ اسی کی مثل ہو۔
چاہے دونوں طریقے متحد ہوں۔ جیسے الراکب ھو المنطلق
یا دونوں مختلف ہوں۔ زید ھو المنطلق

یا

سامع کو لازم حکم کا فائدہ دینے کے لیے معرفہ
لایا جاتا ہے۔

سوال :-

جس امر کے بارے میں سامع کو معلوم
ہے تو اس کا فائدہ سامع کو کیسے ہوگا؟

جواب :-

اس میں اس بات کی طرف اشارہ
ہے کہ مبتدا اور خبر سامع کو معلوم ہوں تو سامع کو
مجہول کلام کا فائدہ مجہول فائدہ دینے کے منافی نہیں ہے۔
کیونکہ نفس مبتدا اور خبر کا علم ان دونوں میں سے
ایک کی دوسرے کی طرف نسبت کو مستلزم نہیں ہے۔

سوال :-

DATE:________ DAY:________

مسند کو معرفہ لانے کی مثال لکھیں۔

جواب :-

زید اخوک ۔ عمرو المنطلق

جبکہ المنطلق معرفہ ہو۔

جب المنطلق میں الف لام عہدی یا الف لام جنسی کا اعتبار کیا جائے۔

سوال :-

کتاب کے لفظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زید اخوک جیسی مثال اس کو کہا جائے جو جانتا ہے کہ اس کا بھائی ہے۔

اور ایضاح میں یہ مذکور ہے کہ زید اخوک اس کو کہا جاتا ہے جو زید معین کو تو جانتا ہے چاہے یہ جانتا ہے کہ اس کا بھائی یا نہیں جانتا ہے ان دونوں اقوال میں موافقت کیسے ہو سکتی ہے ؟

جواب :-

بعض نحوی محققین نے یہ ذکر کیا ہے کہ معرف بالاضافہ کی اصل وضع عہد کے اعتبار سے ہے معین ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو غلام زید اور غلام الزید میں فرق نہیں رہے گا کیونکہ ان میں سے ایک معرفہ اور

دوسرا نکرہ نہیں ہے
لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب
غلام زید کہا جاتا ہے اس میں معین کی طرف
اشارہ نہیں ہوتا جیسا کہ معرف باللام میں
ہوتا ہے۔ یہ اضافت کی وضع کے خلاف ہے۔
اس کتاب میں اصل وضع کا اعتبار ہے اور
الایضاح میں خلاف وضع کا اعتبار ہے۔

سوال :-

اخوک زید اور المنطلق عمرو۔
میں یعنی سابقہ مذکورہ مثالوں کا عکس کرنے سے
بھی معرفہ کا وہی فائدہ حاصل ہوگا یا نہیں۔

جواب :-

سابقہ مذکورہ مثالوں کو عکس کرنے
سے بھی سامع کو حکم اور لازم حکم کا فائدہ حاصل
ہوگا یعنی زید اخوک کو اخوک زید
اور عمرو المنطلق کو المنطلق عمرو بنانے سے

سوال :-

تقدیم کے بارے میں کیا قاعدہ ہے

جواب :-

تقدیم کے بارے میں قاعدہ یہ ہے
کہ جب کسی شئے کے لیے معرفہ کی صفات

DATE:______ DAY:______

میں سے دو صفتیں ہوں اور سامع ان میں سے
ایک کی صفت کو جانتا ہو اور دوسری کو نہ جانتا
ہو تو دونوں میں سے جس ~~صفت~~ کے ساتھ ذات کے
متصف ہونے کو سامع جانتا ہے اور وہ طالب کی
طرح ہے تمہارا گمان یہ ہے کہ تم اس پر دوسری چیز
کے ذریعے حکم لگاؤ تو جو لفظ اس وصف پر
دلالت کرے تجھ پر لازم ہے کہ اسے مقدم کرے
اور اسے مبتدا بنائے

اور ان دونوں اوصاف میں سے جس کے
ساتھ ذات کے متصف ہونے سے سامع جاہل ہے اور
طالب کی طرح کہ تمہارے گمان کے مطابق تم ذات
کے لیے اس کے ثبوت کا حکم لگاؤ یا انتفاء کا حکم
لگاؤ تو لازم ہے کہ ایسے لفظ پر دلالت کرنے والے
لفظ کو مؤخر کیا جائے اور اسے خبر بنایا جائے۔

جب سامع زید کی تعیین اور اس کا
نام جانتا ہے اور اس صفت کو نہیں جانتا کہ زید
اس کا بھائی ہے اور تمہارا ارادہ ہو کہ تم اسے زید
کی معرفت دلاؤ تو تم یوں کہو گے

زید اخوک

اور جب سامع جانتا ہے کہ زید اس کا بھائی
ہے اور اس کی تعیین کو وہ نہیں جانتا اور تیرا ارادہ

DATE:________ DAY:________

ہے کہ زید کے بارے تو تعین کر دے تو تو یوں کہیگا

اخوك زید۔

اس صورت میں زید اخوك کہنا

درست نہیں ہوگا۔

اور یہ بات اس شعر سے ظاہر ہوتی

ہے۔

رُأَیتُ اُسُوْدًا غابھا الرماح

رماحھا الغاب کہنا درست نہیں ہے۔

سوال ۶:

الف لام جنسی کس چیز کا فائدہ

دیتا ہے؟

جواب:۔

الف لام جنسی ضمیر جنسی کا

فائدہ دیتا ہے کسی شئ پر تحقیقی طور

پر جیسے زید الامیر

جب اس کے علاوہ کوئی اور

امیر نہ ہو۔

با مبالغہ کے طور پر اس جنس

میں شئے کے کمال کی وجہ سے۔ جیسے

عمرو الشجاع۔

شجاعت میں کامل ہے،

گویا کہ اس کے علاوہ کسی کی شجاعت کا شمار ہی نہیں ہے۔

کیونکہ وہ رتبہ کے اعتبار سے کم ہیں

سوال :-

جب مبتدا کو الف لام جنسی کے ساتھ معرفہ بنایا جائے تب بھی یہی فائدہ حاصل ہوگا ؟

جواب :-

جی ہاں مبتدا کو بھی اگر الف لام جنسی کے ساتھ معرفہ لایا جائے تو وہ قصر جنسی کا فائدہ دے گا۔ جیسے الامیر زید اور الشجاع عمرو

سابقہ دونوں مثالوں میں اور ان دونوں مثالوں میں قصر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے

الحاصل :-

اگر الف لام جنسی کے ساتھ مبتدا کو معرفہ بنایا جائے تو وہ خبر پر مقصور ہوگا چاہے خبر معرفہ ہو یا نکرہ

اور اگر الف لام جنسی کے ساتھ خبر کو معرفہ لایا جائے تو وہ مبتدا پر مقصور ہوگی اور جنس اپنے اطلاق پر باقی رہے گی

سوال :-

DATE:______ DAY:______

الف لام جنسی کس اعتبار سے ایڈیشنا مفید ہوتا ہے۔

جواب :-

الف لام جنسی کبھی وصف کے ساتھ یا حال یا ظرف یا مفعول یا اس کے علاوہ چیزوں کے ساتھ مقید ہوتا ہے ۔ جیسے۔

ھو الرجل الکریم ھو السائر راکبا

ھو الامیر فی البلد ھو الواھب الف دینار

یہ تمام باتیں استقراء اور تتبع سے حاصل ہوتی ہیں ۔

سوال :-

قد یفید قصر الجنس میں قد کیوں استعمال کیا ہے ؟

جواب :-

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ الف لام جنسی کبھی قصر کا فائدہ نہیں بھی دیتا ۔ جیسا کہ خنساء کا شعر ہے ۔

اذا قبح البکاء علی قتیل

رأیت بکاءک الحسن الجمیلا

کیونکہ معلوم ہو گا ذوق سلیم ، طبع مستقیم اور کلام عرب کے معانی کی معرفت میں

DATE:________ DAY:________

غور و فکر کرنے کے بعد ثابت ہوا کہ یہ معنی یہاں مقصود کا نہیں ہے اگرچہ کہ نظر ظاہر کے اعتبار سے اور غور و فکر کے اعتبار سے یہ ممکن ہے ۔

سوال :-

تقدیم و تاخیر کے بارے میں امام رازی کا موقف لکھیں نیز ان کو دیا جانے والا جواب بھی لکھیں ۔

جواب :-

امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں زید المنطلق اور المنطلق زید کی مثال میں اسم ابتداء کے لیے متعین ہے کیونکہ وہ ذات پر دلالت کرتا ہے اور صفت خبر کے لیے متعین ہے کیونکہ وہ امر نسبی پر دلالت کرتی ہے ۔

کیونکہ مبتدا کا معنی ہے منسوب الیہ اور خبر کا معنی ہے منسوب ۔ اور ذات منسوب الیہ ہوتی ہے اور صفت منسوب ہوتی ہے ۔ ہم زید المنطلق کہیں یا المنطلق زید کہیں دونوں صورتوں میں زید مبتدا ہے اور المنطلق خبر ہے ۔

امام رازی کو جواب :-

DATE:________ DAY:________

جواب یہ ہے کہ جس کے لیے وہ صفت ہے وہ نام والا ہے یعنی صفت کو ذات پر دلالت کرنے والا اور مسند الیہ بنا لیا اور اسم کو امر نسبی پر دلالت کرنے والا اور مسند بنا لیا گیا ہے

سوال :-

مسند کو جملہ کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب :-

تقوی حکم کے لیے اور سببی ہونے کے لیے مسند جملہ ہوتا ہے۔

تقوی حکم جیسے زید قام

سببی زید ابوہ قائم

سوال :-

تقوی حکم کا سبب کیا ہے؟

جواب :-

زید قام کے جیسی مثال تقوی حکم کا سبب صاحب مفتاح نے بتا دیا کہ مبتدا مبتدا ہونے کی وجہ سے دعوت دیتا ہے کہ کوئی چیز اس کی طرف منسوب ہو پھر جب مبتدا کے بعد کوئی ایسی چیز آ جائے جو اسم یا صفت کی صلاحیت رکھتی ہے کہ مبتدا کی طرف منسوب ہو جائے تو مبتدا اس کو اپنی

DATE:

DAY:

طرف ضمیر لیتا ہے خواہ وہ ضمیر کو شامل ہو

یا ضمیر سے خالی ہو تو ان دونوں کے درمیان

حکم منعقد ہوگا

عمر جب مبتدا کے بعد آنے والا اسم

ضمیر کو شامل ہو جس کے ساتھ اس نے سہارا لیا ہوا

ہے وہ اس طرح کہ ضمیر کے ~~مشابہ~~ سے خالی کے مشابہ

نہ ہو جیسے زید قائم ہیں ہے۔

تو یہ ضمیر مبتدا کی طرف دوسری مرتبہ

منسوب ہوگی تو حکم قوت کو لے گا

اسی بنا پر تقوی حکم خاص ہوگا اس

کے ساتھ جو مبتدا کی ضمیر کی طرف مسند ہو۔

سوال :-

کونسی مثال تقوی حکم سے خالی

ہوگی ؟

جواب :-

زید ضربتہ کی مثال تقوی حکم

سے خارج ہوگی اس میں سببی ہونا واجب

ہے۔

سوال :-

صاحب دلائل الاعجاز کا کیا

موقف ہے۔

DATE:______ DAY:______

شیخ نے اپنی کتاب دلائل الاعجاز میں
بیان فرمایا ہے کہ بغیر کسی وجہ کے اسم
عوامل سے خالی آتا ہی نہیں ہے۔

جب تم کہو گے "زید" تو سامع
کے دل میں شعور ہوگا کہ تم نے زید کے بارے میں خبر
دینے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ زید کہنا سامع کے لیے تمہید
اور خبر دینے کے لیے مقدمہ ہوگا۔ پھر جب تم "قام"
کہو گے تو اس سامع کے دل میں النسبت داخل ہوگی
یہ بات ثبوت کے لیے زیادہ شدید اور شبہ اور شک
سے زیادہ منع کرنے والی ہے۔

بالجملہ:
کسی شے کی خبر دینا تنبیہ کے
بعد خبر دینے کی طرح اچانک نہیں ہوتا کیونکہ یہ
حکم دینے میں اور تقوی حکم کے بارے میں خبر دینے کی
تاکید کے قائم مقام ہے
لہذا زید انفر شدہ اور زید اید ش بلہ اس
میں داخل ہوں گے۔

اعتراض:
کتاب میں یہ بیان ہوا کہ
جملہ سببیت کے لیے اور تقوی کے لیے آتا ہے حالانکہ

DATE:________ DAY:________

جملہ کبھی ضمیر شان کی خبر دینے کے لیے بھی آتا ہے

اور کبھی تخصیص کے لیے بھی آتا ہے۔

جواب :-

ضمیر شان کے بارے میں خبر دینے

کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس کا معاملہ مشہور ہے

نیز اس کی بات پہلے گزر چکی مسند الیہ کے بیان میں۔

اور تخصیص کی صورت جیسے انا سعیت فی

حاجتک رجل جادتی

کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ یہ تقوی

حکم میں داخل ہے۔

سوال :-

جملہ کو اسمیہ، فعلیہ اور شرطیہ کیوں

لایا جاتا ہے ؟

جواب :-

مسند جملہ اسمیہ ہوتا ہے ثبوت اور

دوام کے لیے

جملہ فعلیہ ہوتا ہے تجدد، حدوث اور

تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ پر مختصر طریقے پر

دلالت کرنے کے لیے آتا ہے۔

جملہ شرطیہ ہوتا ہے ان مختلف

اعتبارات کے لیے جو ادوات شرط سے حاصل ہوتے ہیں۔

DATE:________ DAY:________

سوال :-

مسند کو جملہ ظرفیہ کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب :-

مسند کو جملہ ظرفیہ لایا جاتا ہے فعلیت سے اختصار کی وجہ سے۔ کیونکہ یہ ظرفیت صحیح قول کے مطابق فعل کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔

سوال :-

عمل کرنے میں فعل اصل ہے یا اسم فاعل دلیل سے لکھیں

جواب :-

عمل میں فعل اصل ہے

کیونکہ عامل عمل کرنے میں غیر کا محتاج ہوتا ہے اور یہ محتاجی فعل میں زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ فعل حدث ہے کیونکہ اور حدث اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس کا صاحب ہو، محل ہو، زمانہ ہو اور علت لہٰذا فعل زیادہ محتاج ہے۔

قیل :-

ایک قول یہ ہے ظرفیہ اسم فاعل کے ساتھ متعلق ہوگا کیونکہ خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں فعل کے ساتھ ظرف کو نقل کے ساتھ متعلق کرنا

DATE:________ DAY:________

راجح ہے کیونکہ ظرف صلہ ہوتا ہے اور صلہ
جملہ ہوتا ہے۔

مثال۔ الذی فی الدار اخوك۔

اُجیب :-
صلہ جملہ کے مقامات میں سے ہے
جبکہ خبر مفرد کے مقامات میں سے ہے۔
اگر مصنف علیہ الرحمہ
"اذ الظرف مقدر با لفعل علی الاصح"
فرماتے تو یہ زیادہ درست ہوتا۔

سوال :-
مسند کو مؤخر کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب :-
مسند کو مؤخر اس لیے کیا جاتا
ہے کیونکہ مسند الیہ کو مقدم کرنا اہم ہوتا ہے

سوال :-
مسند کو مقدم کرنے میں کیا
حکمت ہے؟

جواب :-
مسند کو مقدم کرنے کی چند
وجوہات ہیں۔
1) مسند الیہ کے ساتھ مسند کو تخصیص کرنے کے لیے

DATE:________ DAY:________

یعنی مسند الیہ مسند پر بند ہوتا ہے

تمیمی انا کا معنی ہے۔ میرا تمیمی

ہونا مقصور ہے۔ قیسی ہونے کی طرف تجاوز

نہیں کرتا۔

اللہ باقی و ما ثابت۔

لا غول فیھا۔ بخلاف خمور دنیا کے

(2) اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ جملہ

کے شروع میں آنے والا مسند خبر ہے صفت

نہیں ہے۔ کیونکہ صفت موصوف پر مقدم

نہیں ہوتی۔

دنیا کی شرابوں میں نشہ ہوتا ہے۔

مثال:

له همم لا منتهى لكبارها.

وهمته الصغرى اجل من الدهر

(3) اچھی فال لینے کے لیے۔

سعدت بغرة وجهك الايام

(4) مسند الیہ کے ذکر کی طرف شوق دلانے کے لیے

اس طرح کہ مسند جو پہلے آتا ہے وہ ایسا طویل ہوتا

ہے جو مسند الیہ کے ذکر کا شوق دلاتا ہے تو وہ

مسند الیہ نفس میں واقع ہوتا ہے اور وہ قبول

کا محل ہوتا ہے کیونکہ طلب کے بعد حاصل

ہونے والی چیز بلا مشقت حاصل ہونے والی چیز

DATE:________ DAY:________

سے زیادہ منور ہوتی ہے

مثال،

ثلاثة تشرق الدنيا ببهجتها

شمس الضحى وابو اسحق والقمر

اعتراض :-

① یعنی فیھا

لا فیھا غول میں مسند ظرف ہے اور مسند الیہ ظرف پر مقصور نہیں بلکہ اس کے جزء پر مقصور ہے یعنی اس ضمیر مجرور پر جو خمور جنت کی طرف راجع ہے۔

جواب :-

اس کے جواب کی دو صورتیں ہیں

۱) مقصود یہ ہے کہ عدم غول "لا فی خمور الجنۃ" کے متصف ہونے پر مقصور ہے "لا فی خمور الدنیا" کے ساتھ متصف ہونے کی طرف تجاوز نہیں کرے گا۔

۲) اگر نفی کا اعتبار مسند کی جانب کریں یعنی لا کا اعتبار فیھا میں کریں تو معنی یہ ہوگا کہ "غول" خمور جنت میں حاصل نہ ہونے پر مقصور ہے۔ یہ غول خمور دنیا میں حاصل نہ ہونے کی طرف تجاوز نہیں کرے گا۔

DATE:________ DAY:________

لہٰذا یہاں مسند الیہ قصر غیر حقیقی کے

طور پر مسند پر مقصور ہے۔

یہی قیاس

تکم دینکم ولی دین

میں ہے۔

اس کی مثال صاحب مفتاح نے بیان فرمائی۔

ان حسابہم الا علی ربی

اس کا معنی یہ ہے۔

ان کا حساب "علی ربی" کے ساتھ

متصف ہونے پر مقصور ہے۔ "علی غیرہ"

کے ساتھ متصف ہونے کی طرف تجاوز نہیں

کرے گا۔

ان تمام صورتوں میں قصر موصوف علی الصفت

ہے اس کا الٹ نہیں ہے۔

سوال :-

لاریب فیہ میں ظرف مقدم نہیں

ہے ایسا کیوں ؟

جواب :-

لاریب فیہ میں ظرف جو مسند

ہے اس کو مسند الیہ پر مقدم نہیں کیا گیا یعنی

لا فیہ ریب نہیں کہا گیا

DATE: DAY:

تاکہ اللہ پاک کی باقی کتابوں میں
شک کا ثبوت نہ ہو۔
یعنی اس صورت میں یوں ہونا تھا
عدم ریب کا خاص ہونا قرآن کے ساتھ ہونا
تھا۔
انی سائر کتب اللہ تعالیٰ ” کہا ہے
کیونکہ یہ قرآن کے مقابلے میں معتبر ہے۔
جیسا کہ خمور جنت کے مقابلے میں خمور
دنیا ہی معتبر ہے مطلق مشروبات وغیرہ
معتبر نہیں ہیں۔

تنبیہ

بہت سی وہ باتیں جو
مسند اور مسند الیہ کے ابواب میں بیان ہوئے
ہوئے وہ ان کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ ان
کے علاوہ میں بھی پائی جاسکتی ہیں
یعنی ذکر، حذف، معرفہ نکرہ۔
تقدیم، تاخیر، اطلاق و تقیید وغیرہ۔
ان میں سے بعض ایسی باتیں ہیں
جو مسند اور مسند الیہ کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے
ضمیر فصل یہ مسند اور مسند الیہ دونوں کے ساتھ

DATE:______ DAY:______

خاص ہے۔

اور مسند کا فعل ہونا۔ مسند کے ساتھ خاص ہے

کیونکہ ہر فعل ہمیشہ مسند ہی ہوتا ہے۔

قیل:۔

ایک قول یہ ہے کہ "کثیر مما ذکر"

سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسند اور مسند الیہ

کے ابواب میں مذکور تمام باتیں ان دو ابواب کے

علاوہ میں جاری نہیں ہوتیں جیسے معرفہ ہونا

کہ حال۔ تمییز یہ معرفہ نہیں ہوتے۔ اور تقدیم

کہ یہ مضاف الیہ میں نہیں ہوتی۔

"فیہ نظر"

مذکورہ "قیل" میں نظر ہے

کیونکہ ہمارا یہ قول۔

(جمیع ماذکر فی البابین غیر مختص

بھما)

اس بات کا تقاضہ نہیں کرتا کہ مذکورہ

چیزوں میں سے کوئی ایک شئے ان امور میں سے ہر ایک

میں جاری ہو جو امور مسند اور مسند الیہ کے علاوہ میں

چہ جائیکہ ان میں سے ہر ایک شئے اس امر میں پائی

جائے کیونکہ ان دونوں ابواب کے ساتھ خاص نہ

ہونے کے لیے کسی ایک شئے میں پایا جانا کافی ہے

DATE:______ DAY:______

جو ان دونوں ابواب کے علاوہ ہو۔ فافہم۔

ذہین آدمی جب ان دو ابواب

میں اعتبارات کو ختم کر لے تو ان دو ابواب

کے علاوہ میں ان چیزوں کا اعتبار کرنا مخفی نہیں

رہے گا۔ یعنی مفاعیل ان کے متعلقات اور

مضاف الیہ میں بھی وہ ان چیزوں کا اعتبار کر سکتا ہے۔

احوال متعلقات فعل

سوال :-

فعل مفعول کے کیسے ہوتا ہے؟

جواب :-

فعل مفعول کے ساتھ ایسے ہوتا

ہے جیسے فعل فاعل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس بات

میں کہ فاعل یا مفعول میں سے فعل کے ساتھ ذکر کرنے

سے یا فعل کو ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ

ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ فعل کے تعلق کا فائدہ

دینا۔ یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ فعل

کے تعلق کا فائدہ دینا۔

فاعل کے ساتھ تعلق کا فائدہ اس طرح کہ

DATE: DAY:

فعل فاعل سے واقع ہوتا ہے

اور مفعول کے ساتھ فعل کا تعلق اس طرح ہے کہ فعل اس پر واقع ہوتا ہے۔

مطلق طور پر فعل کے واقع ہونے کا فائدہ دینا غرض نہیں ہے۔ یعنی مفعول کو فعل کے ساتھ ذکر کرنے کی غرض فعل کے وقوع کا یا فی نفسہ فعل کے ثبوت کا فائدہ دینا نہیں ہے کہ اس میں یہ ارادہ نہ ہو کہ یہ معلوم ہو کس پر فعل واقع ہوا اور کس کی طرف سے واقع ہوا

کیونکہ اگر یہ ارادہ ہو تو یوں کہا جائے گا وقع الضرب یا وجد، ثبت اس میں فاعل اور مفعول کو ذکر نہیں کیا جائے گا کہ ان کا ذکر عبث ہوگا۔

سوال :-

جب فعل کے ساتھ مفعول کو ذکر کیا جائے تو کیا کرنا ہوگا؟

جواب :-

جب فعل متعدی کے ساتھ مفعول کو ذکر نہ کیا جائے تو غرض اگر فعل کو فاعل کے لیے ثابت کرنا یا فعل کی فاعل سے نفی کرنا ہو مطلقاً یعنی فعل میں عموم کا اعتبار نہیں کرنا کہ فعل کے

DATE:________ DAY:________

تمام افراد مراد لیے جائیں اور خصوص بھی مراد نہیں لینا کہ اس میں سے بعض افراد ہوں لیکن اس کے تعلق کا اعتبار بھی نہیں کرنا کہ کس پر فعل واقع ہوا ہے جب جائے کہ اس کے عموم و خصوص کو مراد لیا جائے۔

جب غرض مذکورہ ہو تو فعل کو لازم کے مرتبہ میں اتار دیا جائے گا اور مفعول کو مقدر بھی نہیں مانا جائے گا کیونکہ مقدر مذکور کی طرح ہوتا ہے۔

سوال :-

سوال یہ ہے کہ مقدر مذکور کی طرح کیسے ہوتا ہے؟

جواب :-

سامع فاعل اور فعل سے سمجھ جاتا ہے کہ غرض فاعل سے فعل کے واقع ہونے کی خبر دینا اس اعتبار سے فعل کا تعلق اس کے ساتھ ہے جس پر فعل واقع ہے کیونکہ جب ہم کہتے ہیں ((فلان یعطی الدنانیر))

تو یہ جملہ اس چیز کی جنس کو بیان کرنے کے لیے ہے جس کو اعطاء شامل ہے نہ کہ یہ جملہ بعطی ہونے کو بیان کر رہا ہے۔

DATE:______ DAY:______

سوال :-

فعل متعدی کو لازم کے مرتبہ میں اتارنے کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب :-

اس کی دو اقسام ہیں۔

1) مطلق فعل کو اس فعل سے کنایہ بنایا جائے گا اس حال میں کہ اس فعل کا تعلق مخصوص مفعول کے ساتھ ہوگا جس پر قرینہ دلالت کرتا ہوگا

2) مطلق فعل کو کنایہ نہیں بنایا جائے گا۔

مطلق فعل سے مراد یہ ہے کہ اس میں عموم و خصوص کا اعتبار نہیں کرنا۔ اور مفعول کے ساتھ فعل کے تعلق کا اعتبار نہیں کرنا۔

سوال :-

دوسری قسم کی مثال مع وضاحت تحریر کریں؟

جواب :-

اللہ پاک فرماتا ہے

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

یعنی جس کے لیے علم کی حقیقت موجود ہے

DATE:__________

DAY:__________

اور جس کے لیے علم کی حقیقت موجود نہیں یہ

دونوں آپس میں برابر نہیں ۔

اس آیت میں مقصود مساوات کی

نفی ہے ۔ فعل کو لازم کے مرتبہ میں اتار دیا گیا

ہے اور مطلق علم کو بتا یہ بھی نہیں بتایا گیا ۔

سوال :-

مصنف علیہ الرحمہ نے دوسری قسم

کو پہلے بیان کیا ہے اس میں کیا حکمت ہے ؟

جواب :-

کیونکہ دوسری قسم کثرت وقوع کے

اعتبار سے بہت زیادہ اہم ہے ۔

سوال :-

اس مقام پر علامہ سکاکی کا کیا قول ہے ؟

جواب :-

علامہ سکاکی کہتے ہیں جب

مقام خطابی استدلالی نہ ہو اسمیں موجود معرف

باللام خواہ مفرد ہو یا جمع استغراق کا فائدہ دیگا ۔

جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ۔

المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم ۔

حذف مفعول کی بحث میں فرمایا کہ متعدی

کو لازم کے مرتبہ میں اتاریں تو نفس فعل کا

DATE: ____________ DAY: ____________

مقصد ہوگا۔ جیسے فلاں یعطی کا معنی ہے
یفعل الاعطاء

اسی کی طرف مصنف علیہ الرحمہ نے اشارہ
کرتے ہوئے فرمایا کہ علامہ سکاکی فرماتے ہیں
کہ غرض اصل فعل کو ثابت کرنا ہو اور لازم کے
مرتبہ میں اتارنا ہو کنایہ کا اعتبار کیے بغیر ہو اس
کے بعد جب مقام خطابی ہو جس میں محض
ظن کافی ہو۔ استدلالی نہ ہو۔ جس میں
یقین ضروری مطلب نہ کیا جائے تو اس وقت وہ
مقام یا وہ فعل ثبوت فاعل یا نفی فاعل کا فائدہ دینے
کے ساتھ تعمیم کا فائدہ دے گا حکم کو دوسرے
سے ہے

تحقیق :-

اس کی وضاحت یہ ہے کہ یعطی
کا معنی اس وقت ہوگا یفعل الاعطاء۔ اس
میں اعطاء الف لام کے ساتھ ہے جس کو مقام
خطابی میں اعطاؤں کے استغراق پر اور اعطاؤں
کے شمول پر بطور مبالغہ کے محمول کیا جائے گا

اعتراض :-

یہ کہنا کہ مقام خطابی ہو تو فعل کے
افراد میں تعمیم ہوگی ہے تو اس بات کے

DATE:______ DAY:______

غرض:
منافی ہے کہ مطلقاً فعل کا ثبوت ہے یا فعل کی نفی ہے۔ یعنی اس میں عموم و خصوص کا اعتبار نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایک طرف تو کر رہے ہیں کہ عموم و خصوص کا اعتبار نہیں کرنا اور دوسری طرف کر رہے ہیں عموم کا فائدہ ہوگا؟

what is this?

جواب :-

ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ کسی شئے کا اعتبار نہ کرنا (غرض نہیں) کلام سے اس کا فائدہ نہ ہونے کو لازم نہیں۔ یعنی تعمیم کا فائدہ تو حاصل ہو رہا ہے لیکن تعمیم مقصود نہیں ہے۔

سوال :-

پہلی قسم مثال مع وضاحت تحریر کریں۔

جواب :-

یعنی مطلق فعل کو مقید فعل بنا دیا جائے جس کا تعلق مخصوص مفعول کے ساتھ ہو۔

مثال :-

زمخشری کے معتزلہ باللہ کے بارے

DATE:________ DAY:________

میں مستعین باللہ کو تعریض کرتے ہوئے کہا ۔

شجو حسادہ و غیظ عداہ

ان یری مبصر و یسمع واع

یعنی کوئی سننے والا ہو اور دیکھنے والا ہو

وہ آنکھوں کے ذریعے اس کے محاسن

کا ادراک کرے اور سمع کے ذریعے اس کی ظاہر

خبروں کا ادراک کرے جو اس بات پر دلالت کرتی

ہیں کہ صرف وہی امامت کا مستحق ہے اس کے

علاوہ کوئی نہیں ہے ۔ پھر وہ حسادامامت

بنا یا ہیں ۔

خلاصہ یہ ہے کہ یری اور یسمع کو

لازم کے مرتبہ میں اتار دیا گیا ہے یعنی وہ دیکھے

اور سنے جس سے سماع اور رویت صادر ہوتی ہے

مفعول مخصوص کے ساتھ تعلق کے بغیر ۔ پھر شاعر

نے رویت مطلقہ اور سماع مطلق کو اس سماع اور

رویت سے کنایہ بنا دیا ہے جس کا مفعول مخصوص کے

ساتھ تعلق ہے اور وہ ہے محاسن اور اخبار

مطلق رویت اور محاسن کی رویت کے درمیان

ملازمت کا علاقہ ہے اسی طرح مطلق سماع اور

اخبار کی سماع کے درمیان ملازمت کا علاقہ ہے کیونکہ

اس کے محاسن اور اخبار اتنی کثیر اور مشہور

DATE:________ DAY:________

ہیں کہ ان کا چھپنا ممتنع ہے لہٰذا اس کو ہر دیکھنے
والا دیکھتا ہے اور ہر سننے والا سنتا ہے بلکہ
دیکھنے والا وہی آثار و محاسن دیکھتا ہے اور سننے
والا اسی کے اخبار سنتا ہے لہٰذا کنایہ کے طریقے
کے مطابق ملزوم کو ذکر کیا ہے اور لازم مراد لیا
ہے۔

یہ سب فوائد مفعول کو حذف کرنے کی
صورت میں حاصل ہوتے ہیں اگر مفعول کو ذکر
کیا جاتا تو یہ فوائد حاصل نہ ہوتے۔

سوال :-

اگر فعل کی غرض ثبوت یا نفی
ہو تو کیا حکم ہوگا؟

جواب :-

اس صورت میں مفعول کو مقدر
ماننا واجب ہے ایسے قرائن کے اعتبار سے جو
مفعول کی تعیین پر دلالت کرتے ہیں اگر قرینہ
عام ہے تو مفعول بھی عام ہوگا اور اگر ~~مفعول~~ قرینہ
خاص ہوگا تو مفعول خاص ہوگا

سوال :-

مفعول کو حذف کرنے کی وجوہات

تلمیحی؟

DATE:________ DAY:________

جواب :-

مفعول کو حذف کرنے کی وجوہات

درج ذیل ہیں۔

۱) بیان بعد الابہام کے لیے

مثال۔ جیسے فعل مشیت میں ہوتا جبکہ

فعل کا تعلق مفعول کے ساتھ غریب نہ ہو۔ جیسے

لو شاء لھداکم اجمعین۔

۲) غیر مراد کو مراد لینے کے وہم کو دور کرنے کے

لیے۔ جیسے

کم ذدت عنی من تحامل حادث

وسورۃ ایام حززن الی العظم

کیونکہ اگر الی العظم سے پہلے اللحم کو ذکر کیا

جاتا تو یہ وہم ہوتا کہ کاٹنا ہڈی تک نہیں پہنچا۔

۳) دوسری مرتبہ مفعول کو ذکر کرنا ایسے طریقے

پر جو فعل کو صریح لفظ پر واقع کرنے کو شامل نہ کہ ضمیر عائد

پر مفعول کے فعل پر واقع ہونے کے ساتھ کمال عنایت

کو ظاہر کرنے کے لیے۔ یہاں تک کہ متکلم ضمیر پر

فعل کے وقوع سے راضی نہ ہو اگرچہ ضمیر سے کنایہ ہی ہو

مثال :-

قد طلبنا ولم نجد لک فی السودد

والمجد والمکارم مثلا

DATE:________ DAY:________

یہاں قد طلبنا لک مثلاً تھا تو

لا مثلاً کو حذف کر دیا گیا کیونکہ اگر حذف نہ کرتے

تو ظلم بجدہ ہوا نا پڑتا جس کی وجہ سے طرح

لفظ پر واقع کرنے کی غرض فوت ہو جاتی۔

اس مفعول کے محذوف ہونے کی وجہ

یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شاعر نے ممدوح کی مدح میں مبالغہ

کیا ہے کہ طلب وہ چیز کی جاتی ہے جو پائی جائے

اگر مفعول کو ذکر کرتے تو پھر مطلب یہ ہوتا کہ اس

کی مثل پایا تو جاتا ہے مگر ہم نے پایا نہیں ہے۔

اس سے مفعول کو ذکر نہ کر کے اس بات

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی مثل کوئی نہیں پایا

گیا۔

4) تعمیم مع الاختصار کے لیے

جیسے۔ قد کان منک ما یولم

اس کا مفعول کل احد محذوف ہے

5) محض اختصار کے لیے جب قرینہ موجود

ہو۔ اصغیت الیہ ای اذنی

6) رعایت فاصلہ کے لیے

والضحی واللیل اذا سجی. ماودعک

ربک وما قلی۔ یہ قلاک۔

7) مفعول کا ذکر قبیح ہونے کی وجہ سے۔

DATE:______ DAY:______

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول۔

ما رأیت منہ وما رأی منی

8) مفعول کو چھپانے کے لیے

الامیر یحب

9) حاجت کے وقت انکار کے لیے

اخزی اللہ

10) حقیقتاً تعیین کے لیے۔

نحمد، نشکر (اللہ)

11) تعیین کا دعوی کرنے کے لیے

أعلم۔ الامیر

سوال:۔

لو شاء لھداکم اجمعین

کی وضاحت کریں۔

جواب:۔

مشیت یا ارادہ کا فعل جب شرط واقع ہو تو اس وقت مفعول محذوف ہوگا کیونکہ جواب شرط مفعول پر دلالت کرے گا لیکن مفعول اس وقت محذوف ہوگا جب فعل مشیت کا تعلق مفعول کے ساتھ غریب نہ ہو جیسے اللہ پاک فرماتا ہے۔

لو شاء لھداھم اجمعین

DATE:

DAY:

یعنی لو شاء ھدا یتکم لھدا کم اجمعین
کیونکہ جب (لو شاء) کہا جائے گا
تو سامع جان لے گا کہ یہاں کوئی شے ہے جس پر
مشیت معلق ہے لیکن یہاں تک یہ مبہم ہے
جب جواب شرط آئے گا تو وہ اس مبہم کا
مبین ہو جائے گا۔ اور یہ چیز نفس میں زیادہ
واقع ہونے والی ہے

سوال :-

فعل مشیت کا تعلق مفعول
کے ساتھ غریب ہو اس کی مثال مع وضاحت
لکھیں۔

جواب :-

جب فعل مشیت کا تعلق مفعول کے
ساتھ غریب ہو تو اس وقت مفعول کو محذوف نہیں
کیا جائے گا۔ جیسے
ولو شئت ان ابکی دما لبکیتہ
علیہ ولکن ساحۃ الصبر اوسع
خون کے آنسو رونے کے ساتھ مشیت
کا تعلق غریب ہے لہٰذا اس کو ذکر کیا تاکہ یہ سامع
کے دل میں پختہ ہو جائے اور اس کے ساتھ
انسیت حاصل کرے۔

اعتراض :-

قلم يبق منى الشوق غير تفكري
فلو شئت ان ابكي بكيت تفكرا

اس میں مفعول کو حذف نہیں کیا ہے حالانکہ
مشیت کے ساتھ غریب ہے پھر بھی مفعول کو حذف نہیں
کیا گیا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔

دفع اعتراض :-

یہ شعر باب سے نہیں ہے جس
میں مشیت سے مفعول کو حذف کر دیا جاتا ہے۔
اس کا تذکرہ صدر الافاضل نے اپنی کتاب "ضرام سقط"
میں جو فرمایا ہے اس کے مطابق شعر سے مراد
یہ ہے۔

لو شئت ان ابکی تفکرا بکیت تفکرا

لہٰذا مشیت کا مفعول محذوف نہیں ہوگا۔
دوسرا شاعر نے
لو شئت بکیت تفکرا نہیں کہا کیونکہ
مشیت کا تعلق بکاء تفکر کے ساتھ غریب ہے
جیسا کہ مشیت کا تعلق بکاء دم کے ساتھ غریب ہے

سوال :-

مذکورہ شعر حذف کے قبیل
سے کیوں نہیں ہے؟

DATE:
DAY:

جواب :-

کیونکہ یہاں اول بکا سے مراد
بکا حقیقی ہے بکا تفکری نہیں ہے کیونکہ
شاعر نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ یوں کہے
لو شئت ان ابکی تفکرا ابکیت تفکرا
بلکہ شاعر نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ یوں کہے
مشکلات نے مجھے فنا کر دیا نہ میرے پاس
کچھ نہ چھوڑا سوائے میرے خیالات کے جو مجھ میں
حائل ہیں یہاں تک کہ اگر میں رونا چاہوں
بکا حقیقی کے طور پر اپنی پلکوں کو ملوں گا اور
آنکھوں کو نچوڑوں گا تاکہ آنکھوں سے آنسو جاری
ہو جائیں لیکن میں آنسوؤں کو نہیں پاؤں گا
اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کے بدلے تفکر
نکلے گا۔ تو ان ابکی بکاء حقیقی ہے
ابکیت تفکرا اس کی تفسیر نہیں بن سکتا
اس لیے مفعول کو ذکر کیا گیا ہے۔

غلط فہمی :-

علامہ تفتازانی صاحب فرماتے
ہیں کہنا غلط فہمی ہے کہ یہاں کلام
ابکی کے مفعول کے بارے میں ہے اور مراد

DATE: DAY:

یہ ہے کہ یہ اس قبیل سے نہیں ہے جس میں مفعول کو بیان بعد الابہام کے لیے حذف کیا جاتا ہے بلکہ یہاں مفعول کسی دوسری غرض کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔

قیل :-

ایک قول یہ ہے

لو شئت ان ابکی تفکرا بکیت تفکرا

یعنی جو موقف صدر الافاضل کا تھا وہی موقف اس قول میں بھی ہے۔ ان کے نزدیک ابکی کا مفعول محذوف ہے۔ اور شعر کا مطلب یہ ہے۔

مجھ آنسوؤں کا مادہ باقی نہیں بچا کیونکہ میں صرف بکاء تفکر پر ہی قدرت رکھتا ہوں۔ لہٰذا یہ اس قبیل سے ہے جس میں مشیت کے مفعول کو تعلق کے غریب ہونے کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔

فیہ تنظر

اس تنظر ہے کیونکہ

لم یبق منی الشوق غیر تفکری

DATE: DAY:

میں اگر سجا تامل کیا جائے تو وہ اس

معنی کا انکار کرتا ہے کیونکہ بکاء تفکر پر قادر ہونا بکاء تفکر کے علاوہ اس میں باقی کچھ نہ ہونے پر موقوف ہیں ۔ یہ شخص

سوال :-

کم ذدت عنی من تحامل حادث

وسورۃ ایام حززن الی العظم

اس شعر ترکیبی وضاحت کریں ۔

جواب :-

ذدت کا معنی دفعت تم نے دور کر دیا ۔

جب کوئی بدل نہ کرے تو اس وقت کہا جاتا ہے ۔

" تحامل فلان علی "

کم خبریہ ہے اس کی تمییز "من تحامل "

نحوی کہتے ہیں کہ جب کم خبریہ اور تمییز کے درمیان فعل متعدی آجائے تو "من" لانا واجب ہے تاکہ مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو ۔

"کم " ذدت کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے

ایک قول یہ ہے کہ اس کی تمییز محذوف ہے یعنی کم مرۃ "من تحامل" میں "من" زائدہ ہوگا ۔

DATE:________ DAY:________

لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ ممیز کا محذوف
ہونا اور من کا زائدہ ہونا خلاف اصل ہے۔
سورۃ ایام سے مراد ایام کی شدت اور سختی ہے
حزن سے مراد فطعمن اللحم۔
یہاں مفعول اللحم محذوف ہے۔

سوال:۔

قد کان منك کا یوم
میں مفعول کل احد محذوف ہے اس
پر کیا قرینہ ہے؟

جواب:۔

قرینہ یہ ہے کہ یہ مقام مبالغہ کا مقام
ہے
اور یہ تعمیم اگرچہ مفعول کو ذکر کرنے سے بھی
حاصل ہو رہی تھی اس وقت اختصار فوت ہو
جاتا تھا۔

سوال:۔

تعمیم مع الاختصار کی قرآنی مثال
تحریر کریں۔

جواب:۔

اللہ پاک فرماتا ہے۔
واللہ یدعوا الی دار السلام

ای جمع عبادہ

سوال :-

محض اختصار کی قرآنی مثال

لکھیں ۔

جواب :-

اللہ پاک فرماتا ہے ۔

رب ارنی انظر الیک ای ذاتک

سوال :-

مفعول کو مقدم کرنے کی

وجہ تحریر کریں ۔

جواب :-

فعل کے مفعول ۔ جار مجرور ۔

ظرف اور حال وغیرہ کو مقدم کیا جاتا ہے تعیین

میں خطا کو رد کرنے کے لیے ۔ جیسے

" زیدا عرفت "

کسی ایسے بندے سے کہو جو یہ اعتقاد

رکھتا ہے کہ تم کسی انسان کو جانتے ہو اور یہ

اعتقاد اس کا درست ہے وہ یہ اعتقاد رکھتا

ہے وہ انسان زید کے علاوہ ہے اس میں وہ خطا

کرتا ہے

اس رد کی تاکید کے لیے لا غیرہ بھی

DATE:

DAY:

کیا جا سکتا ہے۔

یعنی زیدا مررفت لا غیر۔

کبھی اشتراک میں خطا دینے والے کے

لیے مقدم کیا جاتا ہے۔ جیسے۔

"زیدا مررفت" ایسے بندے سے کہو جو یہ

اعتقاد رکھتا ہے کہ نہیں زید اور عمر کے بارے میں

معلوم ہے۔

تو اس کی تاکید میں وحدہ کہ سکتے ہیں۔

زیدا مررفت وحدہ

زیدا اکرم۔ اور عمرو لا اکرم

امر اور نہی کی صورت میں بھی تعیین

اور اشتراک سے رد کے طور پر جواب دیا

جا سکتا ہے۔

علامہ تفتازانی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے

ہیں مصنف کے لیے مناسب یہ تھا کہ یوں

کہتے لافادۃ الاختصاص۔

سوال:-

ما زیدا ضربت ولا غیرہ کہنا درست

ہے؟

جواب:-

یہ درست نہیں ہے کیونکہ تقدیم

DATE:______ DAY:______

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ضرب کا وقوع زید کے علاوہ کسی اور پر تحقیقی طور پر ہو کہ اس میں اختصاص کا معنی پایا جا رہا ہے۔ اور لا غیر کہنا اس کی نفی کر رہا ہے۔ تو تقدیم کا مفہوم لا غیر کے مفہوم کے الٹ ہو گیا۔ لہٰذا درست نہیں۔

ہاں اگر یہاں تقدیم تخصیص کے لیے کسی اور غرض کے لیے ہو تو درست ہے۔

ما زیدا ضربت ولا غیرہ کہنا۔

اور اسی طرح زیدا ضربت و غیرہ۔

سوال:-

"ما زیدا ضربت ولکن اکرمتہ"

کہنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:-

یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں فعل کے اندر خطا نہیں ہے کہ اس کو درستی کی طرف لوٹایا جاتا بلکہ خطا تو مضروب کی تعیین میں ہے۔ درست یہ ہے۔

ولکن عمروا اکرمتہ

سوال:-

زیدا ضربت تاکیدا

DATE: DAY:

یہ ہے تا تخصیص کے لیے ؟

جواب :-

اگر منصوب سے پہلے مفسر فعل محذوف مقدر مانا جائے تو تاکید ہوگی جیسے

عرفت زیدا عرفتہ

اور اگر مفسر فعل محذوف مقدر بعد ماناجائے (1) تو تخصیص ہوگی جیسے

زیدا عرفت عرفتہ

(1) فعل سے پہلے یا (2) بلکہ بعد میں مانا جائے۔

سوال :-

واما ثمود فھدینا ھم

اس میں تاکید ہے یا تخصیص ؟

جواب :-

اس میں صرف تخصیص ہی ہے کیونکہ ثمود سے پہلے فعل کو مقدر ماننا ممتنع ہے کیونکہ اما اور فاء کے درمیان فاصلہ ضروری ہے

تقدیر عبارت یوں ہوگی

اما ثمود فھدینا فھدینا ھم

مفعول کو مقدم کرکے۔

سوال :-

مزید مرورت کس کی مثل ہے ؟

جواب :-

DATE:________ DAY:________

یہ زید عرفات تحت مثل ہے۔

اور اسی طرح یوم الجمعۃ سرت

فی المسجد صلیت تا دیبا ضربت

ماشیا جیئت وغیرہ

سوال:-

تقدیم کے لیے کیا

چیز لازم ہے؟

جواب:-

تقدیم کے لیے اکثر طور پر تخصیص

لازم ہے۔

مستقر اداور حکم ذوق سے معلوم ہوا ہے کہ

اکثر صورتوں میں معمول وغیرہ کو مقدم کرنے

سے تخصیص ہی حاصل ہوتی ہے۔

"غالبا"۔ اس لیے فرمایا کہ یہ

لزوم کلی متحقق نہیں ہے کیونکہ تقدیم کبھی

دوسری اغراض کے لیے بھی آتی ہے جیسے

محض اہتمام کے لیے تبرک کے لیے۔ لذت حاصل

کرنے کے لیے سامع کے کلام کی موافقت کے لیے

ضرورت شعری کے لیے رعایت سجع اور

فاصلہ کے لیے۔

اس کی مثالیں۔

DATE:________ DAY:________

خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ

وان علیکم لحافظین۔

فاما الیتیم فلا تقہر۔

سوال:-

ایاک نعبد وایاک نستعین کا کیا معنی ہے؟

جواب:-

اس معنی ہے ہم تجھے عبادت اور استعانت کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

یعنی ہم موجودات میں سے کسی شئے کو عبادت واستعانت کے ساتھ خاص نہیں کرتے نہ ہم تیرے علاوہ کسی کی عبادت کرتے ہیں اور نہ کسی سے مدد طلب ہیں۔

سوال:-

الی اللہ تحشرون

کا کیا معنی ہے؟

جواب:-

اس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس کے علاوہ کسی کی طرف لوٹ کر نہیں جانا۔

ان تمام صورتوں میں تقدیم تخصیص

DATE:________ DAY:________

کے ساتھ اہتمام بالمقدم کا بھی فائدہ دیتی ہے۔ کیونکہ اہل عرب اہم چیز کو مقدم کرتے ہیں

سوال :-

بسم اللہ میں مقدر مؤخر ہوتا ہے یا مقدم ؟

جواب :-

چونکہ تقدیم اہتمام بالمقدم کا فائدہ دیتی ہے اس لئے بسم اللہ میں مقدر مؤخر ہوگا یعنی بسم اللہ افعل کذا کہا جائے گا تاکہ یہ اختصاص کے ساتھ اہتمام کا بھی فائدہ دے۔

مشرکین اپنے خداؤں کے نام سے ابتداء کرتے تو باسم اللات باسم العزیٰ کہتے تھے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ ابتداء میں اللہ کا نام لاکر اہتمام کے لیے اور ان مشرکین کا رد کرنے کے لیے تخصیص کا قصد کرے۔

سوال :-

جب تقدیم اختصاص اور اہتمام کا فائدہ دیتی ہے تو اقرا باسم ربک میں فعل مؤخر ہونا چاہیے تھا اور باسم ربک کو مقدم ہونا چاہیے تھا کیونکہ اللہ کا کلام اس بات

DATE: DAY:

کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ جس کی رعایت کرنا لازم ہے اس کی رعایت کی جائے۔

جواب:-

اس کے دو جواب ہیں۔

۱) اس آیت میں قرأت ہی اہم ہے کیونکہ یہ سب سے پہلی سورت ہے جو نازل ہوئی تو عارضی طور پر قرأت کا حکم اہم ہے اگرچہ کہ اللہ کا نام فی نفسہ اہم ہے۔

یہ جواب علامہ جار اللہ نے تفسیر کشاف میں دیا ہے۔

۲) باسم ربک دوسرے اقراء کے متعلق ہے اور پہلے اقراء کا معنی ہے اوجد القراءۃ اس کا اعتبار نہیں کرنا کہ کس کو پڑھنا ہے

تقدیم بعض معمولات

سوال:-

فعل کے بعض معمولات کو بعض پر مقدم کرنے کی وجوہات لکھیں۔

جواب:-

۱) کیونکہ ان کی اصل ہی مقدم ہونا ہوگی

DATE:

DAY:

ہے اور اصل سے عدول کا کوئی مقتضی بھی
نہیں ہوتا۔

جیسا کہ فاعل کی مثال ضرب زید عمروا
اس میں فاعل مقدم ہے حالانکہ دونوں فعل کے
معمول ہیں فاعل کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ کلام میں
عمدہ ہوتا ہے اور اس کا حق یہ ہوتا ہے کہ
یہ فعل سے ملا ہوا ہو۔

2) ان کا ذکر اہم ہوتا ہے اس لیے ان کو
مقدم کرتے ہیں۔

3) مؤخر کرنے سے معنی کے بیان میں
خلل پیدا ہوتا ہے

جیسے وقال رجل مومن من آل فرعون
یکتم ایمانہ۔

من آل فرعون کو یکتم ایمانہ سے
مؤخر کرتے تو یہ وہم ہوتا کہ یہ یکتم کا صلہ ہے
اور یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ انہیں میں سے تھا۔
فعل کے بعض معمولات بعض پر مقدم ہوتے
ہیں تناسب کی وجہ سے جیسے رعایت فاصلہ
فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسی۔

اس میں جار مجرور اور مفعول کو فاعل
پر مقدم کیا ہے کیونکہ آیت کے فواصل الف

DATE:________ DAY:________

معذورہ ہو رہی ہیں۔

سوال :-

پہلی صورت میں کہا تھا کہ اصل ہونے کی وجہ سے فاعل مقدم ہوتا ہے لیکن ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جہاں مفعول مقدم ہے اور فاعل موخر ہے۔ جزیتہ زید اغلامہ

جواب

یہاں اصل سے عدول کا مقتضی موجود ہے اور وہ ہے اضمار قبل الذکر اس لئے مفعول مقدم ہے۔

سوال :-

ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں دو مفعول ہیں دونوں ایک جیسے ہیں آپ نے ایک کو مقدم کیا اور دوسرے کو موخر اعطیت زیدا درہما

جواب :-

اس کی اصل ہی تقدیم ہے کیونکہ زید کے اندر فاعلیت کا معنی پایا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ زید اعطا کو لینے والا ہے یعنی زید عاطی ہے۔

DATE:

DAY:

سوال ۹:-

مصنف نے بیان اہمیت کو تقدیم کے اصل ہونے کی قسم بنایا ہے جبکہ سنرالیہ نے بیان میں اہمیت کو بقیہ اغراض میں شامل کیا ہے ایسا کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:-

مصنف کی مراد بیان اہمیت عارضی ہے جو متکلم یا سامع کی طرف سے عارض آتی ہے اغراض میں سے کسی غرض کی وجہ سے جیسے قتل الخارجی فلان

قتل کے تعلق سے خارجی اہم ہے تاکہ لوگ اس کے شر سے چھٹکارہ حاصل کریں

(قصر)

قصر کا لغوی معنی ہے حبس روکنا قید کرنا۔

حور مقصورات فی الخیام۔

اصطلاحی معنی۔

ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ طریقہ مخصوص کے ذریعے خاص کرنا۔

DATE:________ DAY:________

قصر کی دو اقسام ہیں

۱) قصر حقیقی ۲) قصر غیر حقیقی

۱) حقیقی :-

ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ حقیقت کے اعتبار سے خاص ہو اس معنی کے ساتھ کہ وہ غیر کی طرف اصلا تجاوز نہ کرے۔

لا الہ الا اللہ

۲) غیر حقیقی

ایک شئے دوسری شئے کے ساتھ اضافت کے اعتبار سے خاص ہو اس معنی کے ساتھ کہ وہ کسی اور چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی اگرچہ کسی اور میں اس کا پایا جانا ممکن ہے۔

زید شجاع لا عمرو

اس کو اضافی بھی کہتے ہیں تاکہ مجازی کی طرف ذہن نہ جائے۔

ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔

۱) قصر موصوف علی الصفت

۲) قصر صفت علی الموصوف

۱) قصر موصوف علی الصفت

موصوف اس صفت سے دوسری صفت

DATE:________ DAY:________

کی طرف تجاوز نہ کرے لیکن یہ جائز ہے کہ وہ صفات کسی دوسرے موصوف میں پائی جائیں۔

۲) قصر صفت علی الموصوف۔

وہ صفت اس موصوف سے تجاوز نہ کرے لیکن یہ جائز ہے کہ موصوف کے لیے اور صفات ہوں۔

صفت سے مراد

صفت سے مراد یہاں صفت معنوی ہے یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہوتا ہے

صفت نحوی مراد نہیں ہے۔

قصر کے طریقے۔

۱) جس کا حق مؤخر ہو اس کو مقدم کرنا

۲) عطف کرنا زید شاعر لا کاتب

۳) نفی و استثناء کے ساتھ

ما زید الا شاعر

۴) انما کے ساتھ

انما زید قائم

انما حرم علیکم المیتۃ

جمادی ۲۳/۴

(تمت بالخیر)